ماہنامہ

انصاراللہ

ظہور-۱۳۸۱ہش

اگست-۲۰۰۲ء

فِیْ شانِ القرآن

از نورِ پاک قرآن صبح صفا دمیدہ ۔۔۔ بر غنچہ ہائے دلہا بادِ صبا وزیدہ
ایں روشنی و لمعاں شمس الضحیٰ ندارد ۔۔۔ وایں دلبری و خوبی کس در قمر ندیدہ
کیفیّتِ علومش دانی چہ شان دارد ۔۔۔ شہدیست آسمانی از وحیِ حق چکیدہ

قرآن کے پاک نور سے روشن صبح نمودار ہوگئی اور دلوں کے غنچوں پر بادِ صبا چلنے لگی۔ ایسی روشنی اور چمک تو دوپہر کے سورج میں بھی نہیں اور ایسی کشش اور حُسن تو چاند میں بھی نہیں۔ اس کے علوم کی حقیقت، تجھے خبر بھی ہے کہ کس شان کی ہے؟ وہ تو ایک آسمانی شہد ہے جو خدا کی وحی سے ٹپکا ہے۔ (براھین احمدیہ حصہ سوم روحانی خزائن جلد1)

ایڈیٹر

نصراللہ خاں ناصر

قرآن شریف کی تاثیرات

سیدنا حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جب سے کہ آفتابِ صداقت ذاتِ بابرکات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم دنیا میں آیا اُسی دم سے آج تک ہزار ہا نفوس جو استعداد اور قابلیّت رکھتے تھے متابعت کلامِ الٰہی اور اتباعِ رسولِ مقبول سے مدارجِ عالیہ...... تک پہنچ چکے ہیں اور پہنچتے جاتے ہیں اور خدائے تعالیٰ اِس قدر اُن پر پے در پے اور علی الاتّصال تلطّفات و تفضّلات وارد کرتا ہے اور اپنی حمائتیں اور عنائتیں دکھلاتا ہے کہ صافی نگاہوں کی نظر میں ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ لوگ منظوران نظرِ اَحدیّت سے ہیں جن پر لطفِ ربّانی کا ایک عظیم الشان سایہ اور فضلِ یزدانی کا ایک جلیل القدر پَیرایہ ہے......''

(براہین احمدیہ- روحانی خزائن جلد ا حاشیہ در حاشیہ صفحہ ۵۲۹-۵۳۰)

احمدی انصار کی تربیت کے لئے

ماہنامہ انصار اللہ

ایڈیٹر: نصر اللہ خاں ناصر

ظہور ۱۳۸۱ ہش - اگست ۲۰۰۲ء

جلد نمبر ------------------ ۴۳

شمارہ نمبر ------------------ ۸

نائبین: پروفیسر محمد اسلم صابر، جاوید احمد جاوید، ریاض محمود باجوہ

اس شمارہ میں

☆ ☆ ☆ ☆

پبلشر: عبدالمنان کوثر

پرنٹر: قاضی منیر احمد

مطبع: ضیاء الاسلام پریس

مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ انصار اللہ

دارالصدر جنوبی ربوہ (چناب نگر)

ڈیزائن وکمپوزنگ: صداقت احمد محمود

شرح چندہ (پاکستان)

سالانہ ------------------ ایک سو روپے

قیمت فی پرچہ ------------------ دس روپے

اداریہ

تحریک وقفِ زندگی

تحریکِ احمدیت میں شامل ہونے والا ہر شخص صمیم قلب سے یہ عہد کرتا ہے کہ ''میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا'' اس طرح وہ اپنے اس عہد کے ناطہ سے اپنی تمام مرضیات اور خواہشات پر اللہ تعالیٰ کی مرضی کو مقدم کرتا ہے گویا وہ یہ اظہار کرتا ہے کہ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ (سورۃ البقرۃ) کہ میں رب العالمین کی پوری طرح فرمانبرداری اختیار کرتا ہوں۔ یہی وہ اسوۂ ابراہیمی ہے جس نے حضرت ہاجرہؓ اور حضرت اسمٰعیلؑ کو عظیم الشان قربانی کے لئے تیار کیا۔ وہ قربانی جس نے انہیں ستاروں کی مانند بنا دیا۔ جن سے دنیا کے ظلمت کدے روشن ہوئے اور اس سے آنے والی نسلوں نے برکت پائی۔

قرآن کریم نے ایک ایسے مبارک گروہ میں شامل ہونے کو سعادت عظمیٰ قرار دیا ہے جو دعوت الی الخیر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض سرانجام دے۔ دینِ حق کی نشاۃِ ثانیہ کے اس دور میں حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے وقف کی اسی حقیقی رُوح کو قائم رکھنے کی طرف توجہ دلائی کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو ہر حال میں مقدم کیا جائے۔ خواہ اپنی خواہشات کو چھوڑنا ہی پڑے اور یہی دین سے حقیقی تمسک کا تقاضا ہے۔

ترکِ　رضائے　خویش　پئے　مرضیٔ　خدا

اپنی زندگی کو خدا کی راہ میں وقف کرنے اسی راہ میں زندگی گزارنے کا محور یہی امر ہے اور ایسے ہی صاحبِ ایمان واخلاص انسان کی پکار ہوتی ہے۔ ''اِنَّ صَلٰوتِیْ وَ نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔'' کہ یقیناً میری نمازیں (عبادتیں) اور میری قربانیاں، میرا جینا اور میرا مرنا اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو رب العالمین ہے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے ایسے رنگ میں ہی خدمت دین کا مطالبہ فرمایا ہے۔

''عزیزو! یہ دین کے لئے اور دین کی اغراض کے لئے خدمت کا وقت ہے۔ اس وقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ نہ آئے گا۔'' (کشتی نوح)

جماعت احمدیہ کے نظام کی طرف سے احمدی نوجوانوں کو ہر سال وقفِ زندگی کی تحریک کی جاتی ہے جو مختلف اداروں میں تعلیم وتربیت پاتے ہیں۔ چنانچہ **تحریک جدید** کے تحت **جامعہ احمدیہ** میں مبشرین اور **وقفِ جدید** کے زیر انتظام ادارہ ''**مدرسۃ الظفر**'' میں تعلیم حاصل کر کے معلمین تیار ہوتے ہیں۔ اسی طرح **نظارت اصلاح وارشاد** کے زیر انتظام بھی معلمین تیار ہوتے ہیں۔ خدمت دین کے یہ مختلف رنگ ہیں۔ والدین اور عہدیداران کا فرض ہے کہ وہ ذہین اور شوق رکھنے والے کم از کم میٹرک پاس مخلص نوجوانوں کو وقف کی تحریک کریں۔

حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب امیر جماعتہائے احمدیہ امریکہ کی وفات

موصوف ایک عالمی شہرت یافتہ ماہر اقتصادیات، قوم و وطن کے بے لوث اور مخلص خادم اور سچے محب وطن تھے

احباب جماعت احمدیہ کو یہ نہایت دکھ بھری اور افسوسناک اطلاع دی جا رہی ہے کہ حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہؑ کے پوتے اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب...... کے فرزند حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ''المصلح الموعود'' .... کے داماد حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب (ایم - ایم - احمد) مورخہ ۲۳ جولائی ۲۰۰۲ء - (امریکی وقت کے مطابق ۲۲ جولائی ساڑھے گیارہ بجے شب) کو امریکہ میں بعمر ۸۹ سال وفات پا گئے - اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ -

حضرت صاحبزادہ صاحب نے اپنی خدمات کا آغاز آئی - سی - ایس کی حیثیت سے کیا - اپنے وطن پاکستان میں فنانس سیکرٹری، ڈپٹی چیر مین پلاننگ کمیشن اور صدر پاکستان کے مشیر کی حیثیت سے قومی خدمات سرانجام دیں - ۱۹۷۴ء میں آپ ورلڈ بینک سے منسلک ہو گئے اور اس دوران بھی قوم و وطن کے لئے گرانقدر خدمت کی توفیق پائی -

آپ ایک متقی اور مخلص خادم سلسلہ تھے - ۱۹۸۹ء سے امیر جماعتہائے احمدیہ امریکہ کے طور پر (تادمِ آخر) خدمات سلسلہ بجالاتے رہے - یہ خدمات تاریخی حیثیت کی حامل ہیں -

ادارہ ماہنامہ انصاراللہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی وفات پر اپنے محبوب آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، آپ کی بیگم صاحبہ محترمہ صاحبزادی امۃ القیوم صاحبہ، جملہ احباب خاندان مسیح موعودؑ اور احباب جماعت احمدیہ سے تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے مولیٰ کریم کے حضور دعا کرتا ہے - کہ اللہ تعالیٰ حضرت صاحبزادہ صاحب کو اپنی بے پایاں رحمت و مغفرت سے نوازے اور جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے - آمین

قطعہ تاریخ وفات

اِک بزرگِ محترم رخصت ہوئے
دھوپ میں تھے سائباں میرے لئے
دیس کے معمار ☆''آہ پردیس میں
حضرتِ ایم ایم احمد چل دیئے''

☆۲۰۰۲ء عبدالکریم قدسی

امام الکلام

محبوب حقیقی کا چہرہ دکھلانے والی کتاب ---قرآن شریف

سیدنا حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ ''حقیقۃ الوحی'' میں فرماتے ہیں۔

''یہ کتاب کہ جو جامع جمیع دلائل وحقائق ہے...... اس کا یہ بھی اثر ہے کہ اس میں (دین) کا زندہ اور سچا مذہب ہونا ثابت کر دیا ہے اگر چہ ہر ایک قوم اپنے مُنہ سے کہہ سکتی ہے کہ ہم بھی خدا تعالیٰ کو واحد لاشریک سمجھتے ہیں جیسا کہ برہمو یہی دعویٰ کرتے ہیں اور ایسا ہی آریہ بھی باوجود اس کے کہ قدامت میں ذرّہ ذرّہ کو خدا تعالیٰ کا شریک اور انادی بنا رکھا ہے توحید کے مدعی ہیں۔ لیکن یہ تمام قومیں زندہ خدا کی ہستی کا کوئی یقینی ثبوت نہیں دے سکتیں اور خدا کے وجود پر ان کے دل تسلی پذیر نہیں ہیں۔ ☆ اس لئے ان کے یہ دعوے کہ ہم خدا تعالیٰ کو واحد لاشریک سمجھتے ہیں صرف دعوے ہی دعوے ہیں لہٰذا ان کے ایسے اقرار حقیقی توحید کا رنگ ان کے دلوں پر نہیں چڑھا سکتے اور خدا تعالیٰ کو واحد لاشریک ماننا تو کیا دراصل ان لوگوں کو اس قدر بھی نصیب نہیں کہ یقینی طور پر خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان رکھتے ہوں بلکہ ان کے دل تاریکی میں پڑے ہیں۔

یاد رہے کہ انسان اس خدائے غیب الغیب کو ہرگز اپنی قوت سے شناخت نہیں کر سکتا جب تک وہ خود اپنے تئیں اپنے نشانوں سے شناخت نہ کراوے اور خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہرگز پیدا نہیں ہو سکتا جب تک وہ تعلق خاص خدا تعالیٰ کے ذریعہ سے پیدا نہ ہو اور نفسانی آلائشیں ہرگز نفس میں سے نکل نہیں سکتیں جب تک خدائے قادر کی طرف سے ایک روشنی دل میں داخل نہ ہو اور دیکھو کہ میں اس شہادت رویت کو پیش کرتا ہوں کہ وہ تعلق محض قرآن کریم کی پیروی سے حاصل ہوتا ہے دوسری کتابوں میں اب کوئی زندگی کی روح نہیں اور آسمان کے نیچے صرف ایک ہی کتاب ہے جو اس محبوب حقیقی کا چہرہ دکھلاتی ہے یعنی قرآن شریف۔'' (روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲)

☆ عیسائیوں کے ذکر کی اس جگہ ضرورت نہیں کیونکہ ان کا خدا مثل ان کی دوسری کلوں اور مشینوں کے خود اپنا ایجاد کردہ ہے جس کا صحیفہ فطرت میں کچھ پتہ نہیں ملتا اور نہ اس کی طرف سے انا الموجود کی آواز آتی ہے اور نہ اس نے کوئی خدائی کام دکھلائے جو دوسرے نبی دکھلا نہ سکے اور اس کی قربانی کے اثر سے ایک مرغ کی قربانی کا اثر زیادہ محسوس ہوتا ہے جس کے گوشت کی یخنی سے فی الفور ایک کمزور ناتواں قوت پکڑ سکتا ہے پس افسوس ہے ایسی قربانی پر جو ایک مرغ کی قربانی سے تاثیر میں کم تر ہے۔ منہ

کلام الامام

قرآن کریم سب بنی نوع انسان کے لئے ہدایت ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ..... قرآن کریم کی عالمگیر تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

’’..... قرآن کریم کی ...... بہت سی آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم صرف متقیوں کے لئے ہدایت نہیں بلکہ سب نبی نوع انسان کے لئے ہدایت ہے خواہ وہ روحانی زندگی میں اعلیٰ مقام پر ہوں یا ادنیٰ پر- چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ھٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ وَھُدًی (آل عمران: ۱۳۹) یہ قرآن تمام انسانوں کے لئے ضروری امور بیان کرتا ہے اور انہیں ہدایت دیتا ہے- یہ آیت بتاتی ہے کہ قرآنی ہدایت صرف متقیوں کے لئے نہیں بلکہ تمام انسانوں کے لئے ہے- اسی طرح ایک اور جگہ قرآن کریم میں ہے ھُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی (البقرہ: ۱۸۶) یعنی قرآن کریم سب انسانوں کے لئے ہدایت ہے اور اس میں ہدایت کی تمام اقسام بیان کی گئی ہیں- اسی طرح فرماتا ہے- وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ (الکہف: آیت ۵۵) یعنی اس قرآن میں تمام انسانوں کے فائدہ کے لئے خواہ متقی ہوں یا غیر متقی ہر بات اعلیٰ سے اعلیٰ پیرایہ میں بیان کر دی گئی ہے یعنی ہر انسان کی حالت کے مطابق اس میں ایسی تعلیم ہے جو اسے اوپر کے درجہ کی طرف لے جاتی ہے اور اس کی روحانی ضرورتوں کو پورا کرتی ہے- اسی طرح فرماتا ہے وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ (الروم: ۵۹) اس آیت کے بھی قریباً وہی معنے ہیں جو اوپر کی آیت کے ہیں صرف فرق یہ ہے کہ پہلی آیت میں صَرَّفْنَا کہا گیا تھا یہاں ضَرَبْنَا کہا گیا ہے- اور صَرَّفْنَا میں اس امر پر زور ہے کہ مختلف پیرایوں سے اس ہدایت کو بیان کیا ہے- اور ضَرَبْنَا میں اس امر پر زور ہے کہ فطرت کی صحیح مثالوں اور واضح نمونوں کے مقابل پر رکھ کر ہدایت کو بیان کیا گیا ہے- اسی طرح فرماتا ہے- وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لِیَذَّکَّرُوْا (بنی اسرائیل ۴۲) یعنی قرآن کریم میں تمام ضروری امورِ ہدایت مختلف پیرایوں میں بیان کئے گئے ہیں تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں اور فائدہ اٹھائیں- اس جگہ بھی متقیوں یا مومنوں کے لئے ہدایت کو مخصوص نہیں کیا گیا بلکہ تمام انسانوں کے لئے اسے پیش کیا گیا ہے-

(تفسیر کبیر جلد اول صفحہ ۹۵)

عربی منظوم کلام

O

وَمَا الْقُرْآنُ اِلَّا مِثْلُ دُرَرٍ　　　　نَرَائِدَ زَانَهَا حُسْنُ الْبَيَانِ

اور قرآن درحقیقت بہت عمدہ اور یک دانہ موتیوں کی طرح ہے۔ حُسنِ بیان سے اور بھی اس کی زینت اور خوبصورتی نکلی ہے۔

وَمَا مَسَّتْ اَكُفُّ الْكَاشِحِيْنَا　　　　مَعَارِفَهُ الَّتِىْ مِثْلُ الْحِصَانِ

اور دشمنوں کی ہتھیلیاں ان معارف کو چھوئی بھی نہیں۔ جو قرآن میں ایسے طور پر پسے ہوئے ہیں جیسے پردہ نشین پارسا عورت چھپی ہوئی ہوتی ہے۔

بِهِ مَا شِئْتَ مِنْ عِلْمٍ وَّعَقْلٍ　　　　اَسْرَارٍ وَّاَبْكَارِ الْمَعَانِىْ

اس میں ہر یک وہ علم اور عقل ہے جس کا تو طالب ہے۔ اور انواع اقسام کے بھید اور نئی صداقتیں اس میں بھری ہیں۔

يُسَكِّتُ كُرًا مَنْ يَعْدُوْ بِضِغْنٍ　　　　يُبَكِّتُ كُلَّ كَذَّابٍ وَّ جَانِىْ

ہر یک ایسے دشمن کا منہ بند کرتا ہے جو مخالفانہ طور پر دوڑ پڑتا ہے۔ اور ہر یک ایسے شخص پر اتمامِ حجت کرتا ہے جو دروغ گو اور گناہگار ہے

رَئَيْنَا دَرَّ مُزْنَتِـ ـهِ كَثِيْرًا　　　　فَدَيْنَا رَبَّنَا ذَا الْاِمْتِنَانِ

ہم نے اس کے مینہ کا پانی بہت ہی دیکھا ہے۔ سو اس خدا پر قربان ہیں جس نے ایسے احسان کئے

وَمَا اَدْرَاكَ مَا الْقُرْآنُ فَيْضًا　　　　خَفِيْرٌ جَالِبٌ نَحْوَ الْجِنَانِ

اور تو کچھ جانتا ہے کہ قرآن فیض کے رُو سے کیا ہے؟ وہ ایک راہبر ہے جو بہشت کی طرف کھینچتا ہے

لَهُ نُوْرَانِ نُوْرٌ مِّنْ عُلُوْمٍ　　　　وَنُوْرٌ مِّنْ بَيَانٍ كَالْجُمَانِ

اس میں دو نور ہیں ایک تو علوم کا نور اور دوسرے فصاحت اور بلاغت کا نور جو دانہ نقرہ کی طرح چمکتا ہے

كَلَامٌ فَائِقٌ مَّا رَاقَ طَرْفِىْ　　　　جَمَالٌ بَعْدَهُ وَالنَّيِّرَانِ

وہ ایک ایسا کلام ہے جو ہر ایک کلام سے فوقیت لے گیا۔ اور اس کے بعد مجھے کوئی جمال اچھا معلوم نہ ہوا اور آفتاب اور قمر بھی اچھے دکھائی نہ دیئے

(نور الحق جلد اول۔ روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۸۸-۸۹)

فارسی منظوم کلام

ہست فرقاں آفتابِ علم و دیں　　تا برندت از گماں سُوئے یقیں

قرآن مجید علم اور دین کا سورج ہے تا تجھے شک سے یقین کی طرف لے جائے۔

ہست فرقاں از خدا حبل المتین　　تا کشندت سُوئے ربّ العالمین

قرآن خدا کی طرف سے ایک مضبوط رسی ہے تا تجھے رب العالمین کی طرف کھینچ کرلے جائے۔

ہست فرقاں روزِ روشن از خدا　　تا دہندت روشنیٔ دیدہ ہا

قرآن خدا کی طرف سے ایک روشن دن ہے تا تجھے آنکھوں کی روشنی دے۔

حق فرستاد ایں کلامِ بے مثال　　تا رسی در حضرتِ قدس و جلال

خدا نے اِس بینظیر کلام کو اس لئے بھیجا ہے تا کہ تو اس پاک اور ذوالجلال کی درگاہ میں پہنچ جائے۔

داروئے شک است الہامِ خدا　　کاں نماید قدرتِ تامِ خدا

خدا تعالیٰ کا الہام شک کی دوا ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کی کامل قدرت کو ظاہر کرتا ہے۔

ہر کہ رُوئے خود ز فرقاں در کشید　　جانِ او رُوئے یقیں ہرگز ندید

جس نے قرآں سے روگردانی اختیار کی اُس نے یقین کا منہ ہرگز نہیں دیکھا۔

وحیٔ فرقاں مُردگاں را جاں دہد　　صد خبر از کوچۂ عرفاں دہد

قرآن کی وحی مُردوں میں جان ڈالتی ہے اور معرفت کے کوچہ کی سینکڑوں باتیں بتاتی ہے۔

از یقیں ہا مے نماید عالمے　　کاں نہ بیند کس بصد عالم ہمے

اور یقینی علوم کا ایک ایسا جہان دکھاتی ہے جو کوئی سو جہانوں میں بھی نہیں دیکھ سکتا۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم حاشیہ صفحہ ۱۶۰ روحانی خزائن جلد ۱)

قرآن کا اعلیٰ وارفع مقام

قرآن خدا نما ہے خدا کا کلام ہے　　بے اس کے معرفت کا چمن نا تمام ہے

تحریر: مکرم عبدالکریم خالد صاحب وحدت کالونی لاہور

اللہ تعالیٰ کا ہم پر یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بابرکت وجود کے ذریعے ہمیں قرآن پاک کی حقیقی عظمت اور اس کے ارفع مقام سے آشنا کیا- آپ نے قرآن پاک کی محبت دلوں میں اُجاگر کی اور بنی نوع انسان کو یہ مژدہ جانفزا سنایا کہ انسان کی بھلائی اور اُخروی نجات صرف قرآن پاک سے وابستہ ہے- آپ نے فرمایا:

''اس وقت قرآن کریم کا حربہ ہاتھ میں لو تو تمہاری فتح ہے- اِس نُور کے آگے کوئی ظلمت ٹھہر نہ سکے گی- میں کہتا ہوں درحقیقت یہی ایک ہتھیار ہے جو اَب بھی کارگر ہے اور ہمیشہ کے لئے کارگر ہوگا اور پہلے بھی قرونِ اولیٰ میں یہی ایک حربہ تھا جو خود حضور سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہؓ کے ہاتھ میں تھا- مبارکی اور صد ہزار مبارکی ہے اس قوم کو جو اس کے اختیار کرنے اور اسی یگانہ کتاب کو اپنا مایہ ایمان قرار دینے میں ذرہ بھی تردد اور تذبذب میں نہیں پڑی، بڑے جوش اور خوشی کے ساتھ آگے بڑھ کر اس فرقان اور نُور کو لبیک کہا-'' (الحکم، ۱۷-اکتوبر ۱۹۰۰ء صفحہ ۵)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان الفاظ میں قرآن پاک کو فتح کا حربہ اور سراپا نُور قرار دیا گیا ہے جس کے سامنے ظلمت کا ٹھہرنا ناممکن ہے- یہ نُور اور روشنی کا سرچشمہ کسی خاص عہد سے مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر دور میں اور ہمیشہ اس نُور کا فیضان جاری رہے گا اور اس نُور اور فیضان کو حاصل کرنے والے صد ہزار مبارکباد کے لائق ہیں-

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کا ایک اہم مقصد: حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا ایک اہم مقصد قرآن پاک کو ایک زندہ کتاب ثابت کرنا اور دنیا کو اس کے اصل مقام سے آگاہی بخشنا تھا- چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''قرآن شریف کے انوار و برکات اور اس کی تاثیرات ہمیشہ زندہ اور تازہ بتازہ ہیں- چنانچہ میں اس وقت اسی ثبوت کے لئے بھیجا گیا ہوں-'' (ملفوظات جلد چہارم، نیا ایڈیشن صفحہ ۴۵۰)

چنانچہ آپ نے نہ صرف قرآن پاک کا رفیع المنزلت ہونا ثابت کیا بلکہ اس کے کمالات کو اس شان سے بیان

فرمایا کہ قرآن ایک زندہ کتاب کے طور پر آپ کے معتقدین اور ماننے والوں کے قلوب پر چشمہ اصفٰی بن کر جاری ہوگیا۔ آپ نے قرآن پاک کی برکات، فیوض اور اس کے کمالات کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا:

''قرآن مجید باوجود ان تمام کمالات بلاغت وفصاحت واحاطہ حکمت ومعرفت ایک روحانی تاثیر اپنی ذات بابرکات میں ایسی رکھتا ہے کہ اس کا سچا اتباع انسان کو مستقیم الحال اور منور الباطن اور منشرح الصدر اور مقبول الٰہی اور قابل خطاب حضرت عزت بنا دیتا ہے اور اس میں وہ انوار پیدا کرتا ہے اور وہ فیوض غیبی اور تائیدات لاریبی اس کے شامل حال کر دیتا ہے کہ جو اغیار میں ہرگز پائی نہیں جاتیں۔'' (براہین احمدیہ۔روحانی خزائن جلد ا صفحہ ۵۰۶-۵۰۷)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات عالیہ کی روشنی میں قرآن پاک کا ارفع مقام اپنی تمام جزئیات کے ساتھ واضح ہوتا ہے۔ آپ نے پہلی بار دنیا کو ان کمالات، حقائق اور معجزات کی خبر دی جو خدا کی اس عظیم اور مقدس کتاب کے ساتھ وابستہ ہیں۔ قرآن پاک جیسی مقدس اور بابرکت کتاب کا نزول نبوت محمدیہ کا ایک بہت بڑا فیض ہے۔ یہ ایک کامل اور پرحکمت کتاب ہے جو حقائق ومعارف پر مشتمل ہے، اسرار روحانیہ سے لبریز، اعلیٰ اور اکمل تعلیمات کی حامل اور اقوام عالم کی ہدایت کا موجب ہے۔

قرآن کریم کی عظمت: قرآن پاک کے ارفع مقام اور اس کی عظمت کا اندازہ خود قرآن کی گواہی سے لگایا جاسکتا ہے۔ قرآن پاک میں کئی ایک مقامات پر اس کی اکملیت، جامعیت اور رفعت وعظمت کے بارے میں مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ۔'' (سورة الانبياء آيت ۵۱)

اور یہ (قرآن) ایسی یاددہانی کرنے والی کتاب ہے جس میں تمام آسمانی کتابوں کی خوبیاں بہہ کر آ گئی ہیں۔ اس کو ہم نے اتارا ہے۔

پھر فرمایا:

''فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ۔'' (سورة البينة آيت ۴)

یعنی جتنی سچی اور قائم رکھی جانے والی ضروری تعلیمات تھیں وہ سب اس میں موجود ہیں۔

ایک اور جگہ پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ۔'' (سورة الزخرف آيت ۵)

یعنی یہ (قرآن) تیرے لئے بھی شرف وعزت کا موجب ہے اور تیری قوم کے لئے بھی۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ۔" (سورۃ الانبیاء، آیت ۲۵)

یعنی (یہ قرآن) تو اُن کے لئے بھی جو میرے ساتھ ہیں شرف کا موجب ہے اور جو مجھ سے پہلے گذر چکے ہیں ان کے لئے بھی شرف کا موجب ہے۔

حضرت مصلح موعود...... اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''پہلوں کے لئے اِس طرح کہ پہلے لوگوں پر جو ان کی امتوں نے جھوٹ باندھ کر اعتراض پیدا کر دیئے تھے۔ قرآن نے وہ سب دُور کر دیئے اور اِس طرح اوّل اور آخر کے لئے شرف کا موجب ہوگیا۔'' (تفسیر صغیر صفحہ ۴۱۱)

ایک اور جگہ پر ارشاد ہوتا ہے:

"شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ" (سورۃ یونس: ۵۸)

یعنی (قرآن) جملہ روحانی بیماریوں کا علاج ہے اور انسانی نفوس میں جس قدر وساوس ہوتے ہیں ان کو دُور کرنے والی شفا بخش دوا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ" (سورۃ الانعام: ٦٠)

یعنی سچ اور جھوٹ اور حق اور باطل کے درمیان امتیاز کرنے والی اور ہر ضروری بات، خواہ کسی کو پسند ہو یا ناپسند، اس میں بیان کر دی گئی ہے۔

یہ آیات قرآن پاک کے اعلیٰ اور ارفع مقام پر بطور دلیل پیش کی جاسکتی ہیں۔ سوائے قرآن کے کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جس میں انسانی زندگی کے مختلف شعبوں اور جملہ علوم انسانی کا مکمل احاطہ کیا گیا ہو۔ یہ ایک کامل اور عالمگیر کتاب ہے جس میں تمام نوع بشر کے لئے ایسے اصول اور قوانین پیش کئے گئے ہیں جو کسی خاص ملک وقوم اور کسی خاص زمانے کے لئے مخصوص نہیں ہیں بلکہ اس کی ہر تعلیم عالمگیر اور قیامت تک کے لئے ہے۔

صحائف سابقہ میں قرآن کریم کی عظمت کا ذکر: قرآن پاک کی عظمت اور اس کے ارفع مقام پر سب سے بڑی دلیل تو خود قرآن پاک کی وہ آیات ہیں جن میں سے چند کا حوالہ گزشتہ سطور میں دیا گیا ہے۔ تاہم اس کی عظمت پر

صحائف سابقہ کی شہادت بھی اہم ہے۔ صحائف سابقہ میں قرآن پاک کا ذکر اس لئے آیا تا ان صحائف پر ایمان لانے والی امتیں اِس شریعت کاملہ پر بھی ایمان لائیں اور اس کی ہدایات وتعلیمات پر عمل کر کے دائمی زندگی حاصل کریں۔ خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا:

''میں ان کے لئے اُن ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا۔'' (استثناء باب ۱۸ آیت ۱۸)

ایک دوسری جگہ پر قرآن پاک کا ذکر ان الفاظ میں آتا ہے:

''خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے اُن پر آشکارا ہوا۔ وہ کوہِ فاران سے جلوہ گر ہوا اور لاکھوں قُدسیوں میں سے آیا۔ اس کے دہنے ہاتھ پر اُن کے لئے آتشی شریعت تھی۔'' (استثناء باب ۳۳ آیت ۲)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

''مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے مگر اَب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا.....'' (یوحنا باب ۱۶، آیت ۱۲-۱۳)

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

''میں تو تم کو توبہ کے لئے پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں لیکن جو میرے بعد آتا ہے وہ مجھ سے زورآور ہے۔ میں اس کی جُوتیاں اُٹھانے کے لائق نہیں۔ وہ تم کو رُوح القدس اور آگ سے بپتسمہ دے گا۔'' (متی باب ۳ آیت ۱۱)

اس پیشگوئی میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قرآن پاک کی تعلیمات جلالی اور جمالی دونوں رنگ اپنے اندر رکھتی ہوں گی اور تبشیر وانذار دونوں قسم کے مواعظ اس میں ہوں گے۔ یوحنا عارف اپنے مکاشفہ کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتا ہے:

''پھر میں نے ایک اور فرشتہ کو آسمان کے بیچ میں اُڑتے ہوئے دیکھا جس کے پاس زمین کے رہنے والوں کی ہر قوم اور قبیلہ اور اہلِ زبان اور اُمت کے سنانے کے لئے ابدی خوش خبری تھی۔'' (مکاشفہ یوحنا باب ۱۴ آیت ۶)

اس مکاشفہ میں قرآن پاک کی شریعت کو عالمگیر قرار دیا گیا اور جمالی برکات پر مشتمل ہونے کے باعث اسے ''ابدی خوش خبری'' کا نام دیا گیا۔

کامل اور عالمگیر کتاب: توریت اور انجیل کی اِن پیش خبریوں کے مطابق آسمانی کتاب (قرآن پاک) تمام سچائی

کی راہ بیان کرے گی اور سب ضروری باتیں اس میں مذکور ہوں گی اور اس کی تعلیمات عالمگیر نوعیت کی حامل ہوں گی اور اس کی ہدایات ساری دنیا کے لئے ہوں گی اور وہ ہر لحاظ سے کامل اور مکمل ہوں گی۔ ان تمام باتوں کی تصدیق کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے متعلق فرمایا:

"......اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْناً ......" (سورۃ المائدہ آیت ۴)

(یعنی) آج میں نے تمہارے (فائدہ کے) لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنے احسان کو پورا کر دیا ہے اور تمہارے لئے دین کے طور پر اسلام کو پسند کیا ہے۔

پھر فرمایا:

"اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًاO" (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱۰)

یعنی یہ قرآن یقیناً اس (راہ کی) طرف راہنمائی کرتا ہے جو سب سے زیادہ درست ہے اور مومنوں کو جو مناسب حال کام کرتے ہیں بشارت دیتا ہے کہ اُن کے لئے (بہت) بڑا اجر (مقدر) ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو کامل شریعت اور اس کی تعلیمات اور ہدایات کو بہترین اور دائمی ٹھہرایا ہے۔ اسے سچائی اور راستی کی راہ پیش کرنے والا بتایا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ شریعت کے ہر پہلو کو اکمل و اعلیٰ صورت میں قرآن پاک نے ہی پیش کیا ہے اور حقوق اللہ اور حقوق العباد سے تعلق رکھنے والے شریعت کے تمام حصوں کو صرف اور صرف قرآن پاک نے ہی بڑی خوبی اور تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ گویا قرآن پاک ایک مکمل ترین دستورِ حیات اور اللہ تعالیٰ کا نازل کیا ہوا آخری اور قطعی منشورِ زندگی ہے۔ کائنات، انسان، زندگی اور فطرت کے تمام مظاہر اس کتاب میں سمٹ آئے ہیں۔

یا الٰہی ترا فرقاں ہے کہ اِک عالَم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

سب سے اہم بات، جو قرآن پاک کی عظمت و شان اور اس کے ارفع مقام کو دلوں میں راسخ کر دیتی ہے، یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس وقت جتنی کتابیں بھی انبیاءؑ کی طرف منسوب ہیں ان میں سے ایک کتاب بھی ایسی نہیں جو کتاب اللہ ہونے کا دعویٰ کر سکے۔

قرآن کریم کا محفوظ رہنا: قرآن پاک واحد کتاب ہے جس میں وحی الٰہی کے اصل الفاظ محفوظ ہیں اور یہ ہر قسم کی تحریف لفظی و معنوی سے پاک ہے جب کہ دیگر کتب انسانی دستبرد سے محفوظ نہیں رہیں اور وہ لفظی و معنوی دونوں اعتبار سے

محرف ومبدل ہو چکی ہیں۔ قرآن پاک میں تحریف ثابت کرنے کی تمام کوششیں ناکام ہوئی ہیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وحی کو ایک دائمی معجزہ کی حیثیت دے دی۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

”مَامِنَ الْاَنْبِيَآءِ نَبِیٌّ اِلَّا اُعْطِیَ مَا مِثْلَه' اٰمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ وَاِنَّمَا كَانَ الَّذِیْ اُوْتِيْتُ وَحْياً اَوْحَاهُ اللّٰهُ اِلَیَّ فَاَرْجُوْا اَنْ اَكُوْنَ اَكْثَرَهُمْ تَابِعاً يَومَ الْقِيَامَةِ۔“ (البخاری)

انبیاء میں سے پہلے کوئی نبی نہیں آیا مگر اسے اس کی مثل معجزہ دیا گیا جس کی وجہ سے لوگ اس پر ایمان لائے اور جو معجزہ مجھے دیا گیا وہ اللہ تعالیٰ کی وحی ہے جو اس نے مجھ پر نازل کی۔ اس لئے میں اُمید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن سب انبیاء کی نسبت میرے پیرو زیادہ ہوں گے۔

اس حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن پاک کی وحی کو دوسرے انبیاء کی وحی سے افضل و برتر بتایا ہے اور اسے ایک دائمی معجزہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس افضلیت اور اعجاز کو خود اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

”قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا٥“ (سورة بنی اسرائیل آیت ۸۹)

یعنی تو انہیں کہہ دے کہ اگر تمام انسان بھی اور جن بھی اس قرآن کی نظیر لانے کے لئے جمع ہو جائیں تو پھر بھی وہ اس کی نظیر نہیں لاسکیں گے۔ خواہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ بن جائیں۔

چنانچہ قرآن پاک جہاں ہر قسم کے بیرونی دخل سے پاک، تحریف سے مبرّا اور خدا تعالیٰ کے الفاظ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَه' لَحٰفِظُوْنَ کے مطابق اپنی اصلی حالت میں پوری طرح محفوظ ہے وہاں قرآن پاک کی تاثیر کا اعجاز بھی اپنی پوری شان اور آب و تاب کے ساتھ آج تک قائم اور قیامت تک رہے گا۔

قرآن کریم کے فیوض و برکات: قرآن پاک کے ارفع اور اعلیٰ مقام کو جان لینے کے بعد ان فیوض اور برکات کا تذکرہ بھی ضروری ہے جو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے اس سے وابستہ کر دی ہیں۔ اس سلسلے میں ہادی برحق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی احادیث میں بکثرت قرآن پاک کے فیوض اور اس کی برکات کا ذکر فرمایا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ”خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَه'۔“ (البخاری کتاب فضائل القرآن) یعنی تم میں سے بہترین وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔

پھر فرمایا ”تَعَلَّمُوْا الْقُرْاٰنَ فَاقْرَءُوْهُ۔“ (مشکوٰة- کتاب فضائل القرآن) یعنی تم قرآن سیکھو اور اس کو پڑھتے رہو۔

پھر فرمایا: ”اِقْرَءُ والْقُرْاٰنَ فَاِنَّهٗ يَلْقٰی يَومَ الْقِيَامَةِ شَفِيْعاً لِاَصْحَابِهٖ۔“ (صحیح مسلم / مشکوٰة) یعنی قرآن

پڑھا کرو کیونکہ قرآن پاک قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کرے گا۔

آپؐ فرماتے ہیں "اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَیَضَعُ بِہٖ آخَرِیْنَ۔" (مشکوٰۃ کتاب فضائل القرآن)
یعنی اللہ تعالیٰ قرآن کریم کو پڑھنے والی اور اس کی تعلیم پر عمل کرنے والی قوموں کو دین و دنیا میں رفعت اور ترقی عطا کرے گا اور دوسروں کو ذلیل و پست کرے گا۔

دینِ حق کی نشاۃِ ثانیہ کے دور میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی روحانیت کو جاری کرنے، اس کے فضائل و برکات سے دنیا کو آگاہ کرنے اور ایک زندہ اور قائم رہنے والی کتاب کے طور پر اس کے ارفع مقام کو منوانے کے لئے جماعت احمدیہ کو کھڑا کیا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے جس تحدی کے ساتھ قرآن پاک کی عظمت و رفعت کو بیان فرمایا، آج کی جدید دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ آپ نے جس درد اور الحاح کے ساتھ بنی نوع انسان کو قرآن پاک کی طرف متوجہ فرمایا ہے اسے دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کوئی خلش تھی جو ہر لحہ آپ کو بے چین رکھتی تھی، کوئی جذبہ تھا جو آپ کو بے قرار رکھتا تھا کہ خدانخواستہ اگر لوگ قرآن کی طرف متوجہ نہ ہوئے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ایک بڑے انعام سے محروم ہو جائیں گے۔ حضرت اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں:

"......تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اِسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے اُن کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کے لئے رُوئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔" (کشتی نوح صفحہ ۱۳ روحانی خزائن جلد ۱۹)

آپ فرماتے ہیں:۔

"سوتم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اٹھاؤ۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے۔ سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو۔ ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْآنِ۔ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدّق یا مکذّب قیامت کے

دِن قرآن ہے اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلا واسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے ان کے قیامت سے منکر نہ ہوتے۔ پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے۔ یہ بڑی دولت ہے۔ اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی۔ قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔'' (کشتی نوح صفحہ ۲۶، ۲۷ روحانی خزائن جلد ۱۹)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا ایک ایک لفظ تمثال دار آئینے کی طرح قرآن پاک کی روحانی تجلیات کو منعکس کرتا نظر آتا ہے۔ جیسا کہ خاکسار مضمون کے آغاز میں عرض کر چکا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ہماری روحانی نسبت کا یہ فیضان ہے کہ آپ کے ذریعے ہم اس قرآن تک رسائی کے قابل ہوئے جو خدا کا کلام ہے۔ اور آپ ہی کے ذریعے ہم پر قرآن کے وہ مطالب اور مفاہیم آشکار ہوئے جو ایک عام انسان کے فہم سے بالا اور اس کی عقل سے بعید ہیں۔

قرآں خدا نما ہے خدا کا کلام ہے ــــــ بے اس کے معرفت کا چمن نا تمام ہے
جمالِ و حُسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے ــــــ قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
بہارِ جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت میں ــــــ نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بُستاں ہے
دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چُوموں ــــــ قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

آیئے! حضرت مہدی معہود علیہ السلام کے اِن مبارک الفاظ کو سُرمہ بصیرت جان کر اپنی آنکھوں میں لگائیں۔ اِن کلمات کو اپنے دل میں اُتاریں، اِس دُرِ بے بہا سے اپنی روحوں کی زیبائش کا اہتمام کریں۔ اپنے آپ کو، اپنی اولادوں کو اور اپنے خاندانوں کو قرآن کے سائے میں لے آئیں کہ زندگی کی کڑی دھوپ میں ایک سایہء عافیت یہی ہے جو انسان کو دنیا کے جھمیلوں سے آزاد کر کے اپنے خالق و مالک کے قدموں میں لا ڈالتا ہے۔

آیئے! ہم اپنے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اِن الفاظ پر کان دھریں اور انہیں اپنی روح کا جزو بنالیں کہ:

''ہر گھر والے کا فرض ہے کہ وہ قرآن کریم کی طرف توجہ دے۔ قرآن کے معانی سمجھنے کی طرف توجہ دے۔ ایک بھی آپ کے گھر کا فرد ایسا نہ ہو جو روزانہ قرآن کریم پڑھنے کی عادت نہ رکھتا ہو۔'' (خطبہ جمعہ فرمودہ ۴ جولائی ۱۹۹۷ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بنی نوع انسان سے محبت وشفقت

غلاموں اور خادموں سے حسن سلوک---اخوت ومساوات کی تعلیم

(۳)

تحریر: نصراللہ خاں ناصرایڈیٹر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وشفقت اس کمزور اور محنت کش طبقہ کے ساتھ بھی انتہاء درجہ کی تھی جو انسانی حقوق سے محروم تھا اور مملوک سمجھا جاتا ہے- آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور آپؐ کے اسوۂ مبارکہ سے اس طبقہ کا عزّ ووقار قائم ہوا اور انہیں ان کا فطری حق ملا-

غلاموں اور خادموں سے اخوت ومساوات کا سلوک: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ مبارکہ میں غلاموں اور خادموں سے مساویانہ سلوک نظر آتا ہے- ایک روایت میں ہے- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے ماتحت کیا ہے-

"فَمَنْ كَانَ اَخُوْهُ تَحْتَ يَدِهٖ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَاكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبِسُ وَلَا تُكَلِّفُوْهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ- فَاِنْ كَلَّفْتُمُوْهُمْ مَايَغْلِبُهُمْ فَاَعِيْنُوْهُمْ-" (بخاری کتاب العتق)

جب کسی شخص کے ماتحت کوئی غلام ہو تو اسے چاہیے کہ اسے وہی کھانا دے جو وہ خود کھاتا ہے اور وہی لباس دے جو وہ خود پہنتا ہے اور تم اپنے غلاموں کو ایسا کام نہ دیا کرو جو ان کی طاقت سے زیادہ ہو اور کبھی ایسا کام دو تو پھر اُس کام میں خود ان کی مدد کیا کرو-

یہاں مدد کرنے میں اس طرف بھی توجہ دلائی گئی کہ غلام کے لئے کوئی ایسا کام نہیں ہونا چاہیے کہ اگر وہ مالک کو خود کرنا پڑے تو اس میں اپنے لئے عار محسوس کرے بلکہ ایسا کام دینا چاہیے - جسے اس کا مالک خود بھی کرسکتا ہو- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غلاموں اور ماتحتوں کے ساتھ یہ اعلیٰ درجہ کا سلوک اور شفقت کا برتاؤ دنیا کے کسی بھی مذہب یا آج کے مہذب معاشرہ میں بھی نظر نہیں آتا- پس یہ اسوہ محمدیؐ ہی ہے جس نے غلاموں میں پستی اور کمتری کا احساس ختم کرکے انہیں شرف و اکرام کا مقام دیا-

اس تعلیم کا اصلی منشاء یہ تھا کہ غلاموں کو اپنے بھائیوں کی طرح سمجھیں اور انہیں اپنے تمدن و معاشرت کا جزو

بنائیں تاکہ ان کے اندر پستی و کمتری کے احساسات نابود ہو جائیں۔ مگر جہاں تک حفظ مراتب کا تعلق ہے تو اس کی بلا امتیاز آزاد معاشرہ کو بھی تعلیم دی گئی ہے نہ کہ صرف اس کمزور طبقہ کو۔ حضرت عبادہؓ بن ولید روایت کرتے ہیں کہ:

''ہم ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ابوالیسرؓ کو ملے اس وقت ان کے ساتھ ان کا ایک غلام بھی تھا۔ ہم نے دیکھا کہ ایک دھاری دار چادر اور ایک یمنی چادر ان کے بدن پر تھی اور اسی طرح ایک دھاری دار چادر اور ایک یمنی چادر ان کے غلام کے بدن پر تھی۔ میں نے انہیں کہا۔ چچا تم نے ایسا کیوں نہ کیا کہ اپنے غلام کی دھاری دار چادر خود لے لیتے اور اپنی یمنی چادر اسے دے دیتے یا اس کی یمنی چادر خود لے لیتے اور اپنی دھاری دار چادر اسے دے دیتے تاکہ تم دونوں کے بدن پر ایک ایک طرح کا جوڑا تو ہوتا۔ ابوالیسر نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے دعا کی اور کہا بھتیجے میری ان آنکھوں نے دیکھا ہے اور میرے کانوں نے سنا ہے اور میرے دل نے اسے اپنے اندر جگہ دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔

اَطْعِمُوْ هُمْ مِمَّا كَانَ تَاكُلُوْنَ وَاكْسُوْهُمْ مِمَّا تَلْبِسُوْنَ فَكَانَ اِنْ اَعْطَيْتُه' مِنْ مَّتَاعِ الدُّنْيَا اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ يَّاْ خُذَ مِنْ حَسَنَاتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (مسلم کتاب الزھد)

کہ اپنے غلاموں کو وہی کھانا کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو اور وہی لباس پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو۔ پس میں اس بات کو بہت زیادہ پسند کرتا ہوں کہ میں دنیا کے اموال میں سے اپنے غلام کو برابر کا حصہ دے دوں بہ نسبت اس کے کہ قیامت کے دن میرے ثواب میں کمی آوے۔''

یہ حدیث بڑی واضح ہے اور یہ پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کس طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی قیمتی موتیوں کی طرح قدر کرتے تھے۔ اور غلاموں کے ساتھ لباس اور خورد ونوش میں ہلکا سا فرق بھی نہیں آنے دیتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سیرت میں بھی یہی حسن نظر آتا ہے ابونوار جو روئی کے کپڑے کی تجارت کرتے تھے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت علیؓ ان کی دوکان پر آئے اس وقت ان کے ساتھ ان کا ایک غلام بھی تھا حضرت علیؓ نے دو ٹھنڈی قمیصیں خریدیں اور پھر اپنے غلام سے کہنے لگے۔

''اِخْتَرْ اَيُّهُمَا شِئْتَ۔ فَاَخَذَ اَحَدَ هُمَا وَاَخَذَ عَلِيٌّ الْآخَرَ فَلَبِسَه'۔''

(اسد الغابہ حالات حضرت علیؓ جلد ۴ صفحہ ۲۴)

یعنی ان میں سے جو قمیص تم چاہو لے لو چنانچہ غلام نے ایک قمیص چن لی اور دوسری قمیص رہ گئی وہ حضرت علیؓ نے خود پہن لی۔

سیرتِ صحابہ میں بھی یہ انتہائی درجہ کا ایثار ہے جو محض حسن سلوک کی غرض سے نہیں بلکہ اس کا مقصد یہ تھا کہ یہ غلام جلد تر اپنے اخلاق اور معاشرت میں آزاد لوگوں کے مرتبہ کو پہنچ کر آزاد کر دیئے جائیں۔ پھر غلاموں کے ساتھ عام انداز کلام اختیار کرنے کی آنحضرت صلی علیہ وسلم کی یہ ہدایت تھی حدیث میں آتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔

"لَا يَقُلْ اَحَدُ كُمْ عَبْدِيْ اَمَتِيْ وَلْيَقُلْ فَتَايَ و فَتَاتِيْ...... وَلْيَقُلْ سَيِّدِيَ وَ مَوْلَايَ۔"

(بخاری کتاب العتق)

تم یہ نہ کہا کرو کہ "میرا غلام، میری لونڈی" بلکہ یوں کہا کرو کہ "میرا آدمی، میری عورت" اور غلام بھی اپنے آقا کو رب یعنی مالک نہ کہا کرے بلکہ سید اور بزرگ کہہ کر پکارا کرے۔

اس انداز کلام سے بھی قلبی ذہنی اور عملی اصلاح ہوتی تھی جس کے تمدنی زندگی پر گہرے نقوش واثرات ظاہر ہوئے اور یہی دین حق کا منتہائے مقصود تھا کہ وہ انسانی وقار کو قائم کرے۔

غلاموں اور خادموں کو مارنے کی ممانعت: دینِ حق کے شرعی اور سیاسی احکام و آداب میں غلاموں اور خادموں کے حقوق کی نگرانی کی جاتی رہی اور ان پر جسمانی تشدد یا مار پیٹ کی ممانعت کی گئی۔ حضرت ابو مسعودؓ بدری روایت کرتے ہیں کہ

"ایک دفعہ میں نے کسی بات پر اپنے غلام کو مارا اس وقت میں نے پیچھے سے آواز سنی کہ کوئی شخص کہہ رہا تھا 'دیکھو ابو مسعود یہ کیا کر رہے ہو' میں نے اس آواز کو نہ پہچانا اور غلام کو مارتا ہی گیا اتنے میں وہ آواز میرے قریب آ گئی تو میں نے پیچھے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی آواز دیتے ہوئے میری طرف آ رہے ہیں کہ 'دیکھو ابو مسعود یہ کیا کرتے ہو' آپ کو دیکھ کر میری چھڑی میرے ہاتھ سے گر گئی اور آپ نے غصہ سے میری طرف دیکھتے ہوئے فرمایا۔

'اِعْلَمْ اَبَا مَسْعُوْدٍ اِنَّ اللّٰهَ اَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلٰى هٰذَا الْغُلَامِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هُوَ حُرٌّ لِوَجْهِ اللّٰهِ فَقَالَ اَمَّالَوْ لَمْ تَفْعَلْ لَلَفَحَتْكَ النَّار اَوْ لَمَسَّتْكَ النَّارُ۔'

(مسلم کتاب الایمان)

ابو مسعود تیرے سر پر ایک خدا ہے جو تمہارے متعلق اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہے جو تم اس غلام پر رکھتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں خدا کی رضا کی خاطر اس غلام کو آزاد کرتا ہوں آپ نے فرمایا کہ اگر تم ایسا نہ کرتے تو جہنم کی آگ تمہارے منہ کو جھلستی۔"

غلاموں کو صاحب اختیار بنانا: انسانی معاشرہ میں عام طور پر یہ قباحت نظر آتی ہے کہ وہ کمزور طبقہ کو اپنی خواہشات اور دنیوی مقاصد کے تابع رکھتے ہیں اور ان کے حقوق دینے تو درکنار حقوق کا شعور بھی نہیں آنے دیتے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مظلوم طبقہ کو صاحب اختیار بنا کر ان کا اعزاز قائم کیا اور انہیں دیگر آزاد اور صاحب اختیار لوگوں کے پہلو بہ پہلو کھڑا کر دیا۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ

''ایک دفعہ ایک غلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! میرے آقا نے اپنی لونڈی کے ساتھ میری شادی کر دی تھی مگر اب وہ چاہتا ہے کہ ہمارے نکاح کو فسخ کر کے ہمیں ایک دوسرے سے جدا کر دے۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر آئے اور فرمایا:

'اَيُّهَا النَّاسُ مَا بَالُ اَحَدِكُمْ يُزَوِّجُ عَبْدَهٗ اَمَتَهٗ ثُمَّ يُرِيْدُ اَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَهُمَا اِنَّمَا الطَّلَاقُ لِمَنْ اَخَذَ بِالسَّاقِ-' (ابن ماجه كتاب الطلاق)

کہ اے لوگو! تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اپنے غلاموں اور لونڈیوں کی شادی کرتے ہو اور پھر اپنی مرضی سے ان میں علیحدگی کرانا چاہتے ہو؟ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا طلاق دینے کا حق صرف اس کو ہے جو اس کا خاوند ہے۔''

غلاموں کی آزادی کے متعلق حسین تعلیم: دین حق کی حفاظت کے لئے دفاعی جنگوں کا لازمی نتیجہ تھا کہ اس دور کے معروضی حالات کے قیدی غلام بنتے تھے اور کچھ قدیمی رواج کے مطابق بھی غلامی کا سلسلہ جاری تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرہ سے غلامی کو کلیۃً ختم کرنے کے لئے ان کو آزاد کرنے کی حسین تعلیم دی۔ اس کے لئے جو ذرائع اختیار کئے گئے ان سے بہت جلد یہ طبقہ اس نئے فلاحی معاشرہ کا حصہ بن گیا۔

(۱) پہلا ذریعہ تحریک و تلقین کا تھا۔ جس میں غلاموں کو آزاد کرنا بہت بڑی نیکی قرار دیا گیا چنانچہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے ساتھ اس کی محبت میں غلاموں کو آزاد کرنے کی تحریک کی گئی۔ (سورۃ البقرہ) حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ جو کوئی غلام آزاد کرے گا اللہ تعالیٰ اسے دوزخ سے مکمل نجات بخشے گا۔ ایک اور روایت میں ایک اعرابی کے سوال حصول جنت کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی کے پاس لونڈی ہو اور وہ بہت اچھی طرح اسے تعلیم دے اور بہت اچھی طرح اس کی تربیت کرے اور پھر اسے آزاد کر کے خود اس کے ساتھ شادی کرے تو ایسا شخص دوہرے ثواب کا حقدار ہے۔ (بخاری كتاب الايمان و النذور بيهقى شعب الايمان بخارى كتاب النكاح۔ بحواله سيرت خاتم النبيين حصه دوم صفحه ۳۸۷)

(۲) پھر دین حق کی تعلیمات میں عبادات میں کوتاہی اور بعض گناہوں کے کفارہ میں غلام کے آزاد کرنے کے احکامات ہیں۔ چنانچہ قتل خطا میں غلام آزاد کرنے کو اس خطا کا کفارہ قرار دیا پھر معاہد قوم کے کسی فرد کے قتل کا کفارہ بھی غلام آزاد کرنا ہے اسی طرح قسم توڑنے بیوی سے ظہار کرنے یعنی علیحدہ رہنے کے اور اس عہد کو توڑنے پر غلام کو آزاد کرنے کا کفارہ ہے نیز اور متعدد مواقع پر کفارہ کے طور پر غلام آزاد کرنے کی تعلیم دی گئی۔ (سورۃ النساء، سورۃ مائدہ، سورۃ مجادلہ) گویا ان مختلف ذرائع سے غلامی کے رواج کو ختم کر کے اس طبقہ کو عزت واحترام دیا گیا۔ وہ معاشرتی زندگی میں قدم قدم پر غلاموں کو آزادی کا شرف دیتا ہوا نظر آتا ہے اور ایسے بڑے ایمان افروز واقعات سے تاریخ اسلام مزین ہے لونڈی کے شادی کرنے اور اس کے صاحب اولاد ہونے سے اُمِ ولد (خواہ وہ اسقاط سے ہی اُمِ ولد بنے) آزاد قرار پاتی۔ (کشف الغمۃ بحوالہ سیرت خاتم النبیین حصہ دوم صفحہ ۳۹۱)

(۳) عہد رسالت مآبؐ میں غلاموں کی آزادی اور انہیں معاشرہ کا مفید حصہ بنانے پر اس قدر زور دیا گیا کہ مذکورہ صورت میں اگر غلام آزادی کی نعمت سے محروم رہ جائیں تو مالک اور غلام میں مکاتبت (معاہدہ) کی صورت پیدا کی گئی۔ مکاتبت میں مالک مجبور ہوتا ہے کہ اگر غلام اپنے حالات کے لحاظ سے آزادی کے اہل ہوں تو وہ مناسب معاوضہ یا شرط پوری کر کے آزادی حاصل کر سکتے ہیں۔ (سورۃ نور آیت ۳۴)

غلاموں کی آزادی کا حسین نمونہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ تعلیمات سے غلاموں کی آزادی کے جو مختلف ذرائع نظر آتے ہیں اس سے تو یوں دکھائی دیتا ہے کہ اس عظیم وجود مبارک کو اپنی شفقت ورحمت کے مواقع کی تلاش تھی وہ رحمت ایک مظلوم اور کمتر طبقہ پر موسلا دھار بارش کی طرح برسنے کے لئے بیتاب تھی۔ چنانچہ ابتدائی تاریخ اسلام گواہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی نمونہ اور اس کی پیروی کے نتیجہ میں صرف اسی دور میں ہزاروں غلام آزاد کر دیئے گئے۔ چنانچہ سُبُلُ السَّلام شرح بلوغ المرام میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶۳، حضرت عائشہؓ نے ۶۷ غلام آزاد کئے جب کہ بعض دیگر صحابہؓ نے ایک ایک دن میں ہزاروں غلام آزاد کر دیئے۔ (بحوالہ سیرت خاتم النبیینؐ ۳۹۷)

آزادہ کردہ غلاموں کو مقام شرف حاصل ہونا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ نے غلاموں کے آزاد ہونے کے بعد انہیں بڑی قدرومنزلت کی نگاہ سے دیکھا ان لوگوں کی زندگی اکرام واحترام کا موجب بنی۔ چنانچہ آزاد کردہ غلام بے سہارا اور بے یارومددگار نہ رہے بعض حالات میں آزاد شدہ غلام اور مالک ایک دوسرے کے وارث بنے۔ آزاد ہو جانے پر وہ اپنے مالک کا مولیٰ یعنی دوست ٹھہرا۔ الغرض آزادی کے بعد انہیں ایسا مقام ملا۔ کہ انہیں جنگوں میں لشکر کا امیر بنایا گیا اور فوجی کمان ان کے سپرد کی گئی اور ادب ومحبت سے ''سیدنا'' کہہ کر پکارا گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طبقہ کے (باقی صفحہ ۳۵ پر)

○

ہم نے عبادتوں کے قرینے سکھا دیئے
تازہ لہو سے صحنِ معابد سجا دیئے

ہمت ہے گر ہُوا تو بجھا کر دکھا ہمیں
اپنے لہو سے ہم نے دیئے جو جلا دیئے

قربانیوں کے دَور میں ثابت قدم رہے
صبر و رضا سے ظلم کے چھکّے چھڑا دیئے

تیشے بغیر، عزم و ہنر کے کمال سے
ہم نے پہاڑ کاٹ کے رستے بنا دیئے

تم سے یوں بے رخی کی توقع نہ تھی مجھے
تم نے تو ایک پل میں زمانے بھُلا دیئے

قدسیؔ ہو جس کو شوق وہ کرتا پھرے تلاش
ہم نے تو کاغذوں میں خزانے چھُپا دیئے

عبدالکریم قدسیؔ

تحریک آزادی کشمیر کا پس منظر

تحریر: مکرم مرزا خلیل احمد قمر صاحب

مغلیہ دور میں کشمیر جنت نظیر ان کا گرمائی صدر مقام ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ مغلیہ طرز تعمیر کے شاندار آثار و نقوش کشمیر میں قلعوں اور باغات کی صورت میں ملتے ہیں جو ان کی شان و شوکت کو ظاہر کرتے ہیں۔ مگر مغل حکمرانوں کے آخری دور میں ان کی عیش کوشیوں کے باعث ہندوستان کے بہت سے علاقے ایک ایک کر کے ان کے قبضے سے نکلتے چلے گئے۔ مشہور سکھ حکمران مہاراجہ رنجیت سنگھ ۱۸۱۹ء تا ۱۸۴۶ء تک کشمیر پر قابض رہا۔ اس دور میں مسلمانوں کی مساجد اور قلعے مسمار کئے گئے جو مساجد بچ گئیں ان کو اصطبلوں میں بدل دیا گیا۔ وادیء کشمیر میں اذان دینے کی سزا زبان کاٹنا قرار دی گئی۔ اسی عہد میں پنجاب پر بھی سکھ حکومت تھی پنجاب میں بھی یہی بربریت رہی چنانچہ بادشاہی مسجد لاہور کو بھی اصطبل بنا دیا گیا پھر انگریزی عہد میں اس کی عبادت گاہ کی حیثیت بحال کی گئی۔ غرضیکہ سکھ دور میں مسلمان مظالم کا نشانہ بنے رہے۔ چنانچہ پیٹرسن جیروس ریاست کے مسلمانوں کی مظلومیت کے بارے میں لکھتا ہے۔

> ''حکومت کی مسلح فوجیں تمام تندرست مردوں کو پکڑ دھکڑ کر دور دراز علاقوں میں طویل عرصہ تک بطور قلی کام کرنے کے لئے بھیج دیتی اکثر وہ کبھی واپس نہ آتے۔ کھیتی باڑی کا کام بوڑھے مرد اور عورتیں جیسے بن پڑتا کرتیں نوجوان عورتوں نے خود کو برقعوں میں چھپا لیا...... ہزاروں لوگ کشمیر سے بھاگ گئے اب کے بھاگنے والے مسلمان تھے۔'' (رسالہ نصرت لاہور صفحہ ۷۱-۷۲)

یورپین سیاح ولیم مور کریفٹ نے ۱۸۲۴ء میں کشمیر کا سفر کیا۔ وہ لکھتا ہے

> ''سکھ کشمیریوں کو مویشیوں سے کسی طرح بہتر نہ سمجھتے تھے اگر کوئی سکھ کسی کشمیری کو قتل کر دے تو اس کی سزا سولہ سے بیس روپے تک جرمانہ تھی۔ جس میں سے چار روپیہ مقتول کے ورثاء کو دئے جاتے تھے......'' (بحوالہ مختصر تاریخ کشمیر از اللہ بخش صفحہ ۱۸)

کشمیر پر ڈوگرہ راج: انگریزی حکومت نے کشمیر کی ریاست کو مہاراجہ گلاب سنگھ کے ہاتھ ۷۵ لاکھ روپے ایک گھوڑا بارہ بکریوں اور چھ جوڑے شال سالانہ کے خراج کے بدلے کشمیر اور دریائے سندھ کے مشرق اور دریائے راوی کے مغرب کا تمام پہاڑی علاقہ دے دیا۔ یہ معاہدہ ۱۶ مارچ ۱۸۴۶ء کو بمقام امرتسر ہوا۔ اس وجہ سے اس کو معاہدہ امرتسر کہا جاتا ہے۔ کشمیر کی ریاست چار مسلم ریاستوں پر مشتمل تھی۔ مہاراجہ نے اپنے عہد میں مسلمانوں پر مظالم کے پہاڑ توڑے۔ ان کے

تمام مال و دولت چھین لئے ان کی کھالیں اتروائیں جس وجہ سے کثیر تعداد میں مسلمان شرفاء ریاست چھوڑ کر پنجاب چلے آئے۔ مہاراجہ اگست ۱۸۵۷ء میں فوت ہوا تو راجہ رنبیر سنگھ اس کا جانشین ہوا۔ اس کے عہد میں مسلمانوں کو کچھ سکون حاصل ہوا۔ اس کے عہد میں حضرت مولانا حکیم نورالدین (خلیفۃ المسیح الاول) ۱۸۷۷ء تا ۱۸۹۲ء شاہی حکیم کے عہدہ پر فائز رہے۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ ۱۲ ستمبر ۱۸۸۵ء میں فوت ہوا اور مہاراجہ پرتاب سنگھ حکمران ہوا۔ یہ راجہ بڑا کٹر ہندو تھا اور تمام کام ہندو پنڈتوں کے مشورہ سے کرتا تھا۔ مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ ہو گیا۔ چنانچہ پنجاب ریویو نے مارچ ۱۸۸۶ء میں لکھا:۔ ''دربار جموں و کشمیر ایک ایسا دربار ہے کہ جہاں چھانٹ چھانٹ کر متعصب لوگ بھرتی کئے جاتے ہیں۔''

راجہ نے مسلمانوں پر ٹیکس بھی بڑھا دیا۔ اور مسلمانوں کو مجبور کر کے ہندو بنانے کا پروگرام بنالیا۔ جس کے لئے مسلمانان کشمیر نے پنجاب کے مسلمانوں کی مدد سے خوب مقابلہ کیا۔

کشمیر سے افغانستان تک ہندو راج! مہاراجہ نے کشمیر کے مسلمانوں کو شدھ کرنے کے ساتھ کشمیر کی سابقہ حیثیت جو اس کو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ میں تھی دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کی کہ اس سارے علاقہ کو شدھ کر لیا جائے۔ تو ایک ہندو ریاست قائم ہو سکتی ہے۔ مہاراجہ پرتاب سنگھ ستمبر ۱۹۲۵ء میں لاولد فوت ہوا اور سر ہری سنگھ بہادر مہاراجہ ہوا۔ تو مسلمانوں کی حالات اور بھی بدتر ہو گئی آریہ راج قائم کرنے کی تجویزیں اور کوششیں شروع ہو گئیں چنانچہ ہندو اخبار ملاپ نے ۱۵ مئی ۱۹۲۵ء کی اشاعت میں لکھا:۔ ''ہم بھی ایک نیا گل کھلائیں گے اور اس گل کی مہک کابل سے کلکتہ اور کشمیر سے راس کماری تک پھیل جائے گی۔''

نیز لکھا:۔ ''جب ہندو سنگھٹن کی طاقت سے سوراجیہ لینے کا وقت قریب آئے گا تو ہماری جونیتی (پالیسی) مسلمانوں و عیسائیوں کی طرف ہو گی اس کا اعلان کر دیا جائے گا۔ اس وقت باہمی سمجھوتہ وغیرہ کی ضرورت نہیں ہو گی بلکہ ہندو مہا سبھا صرف اپنے فیصلہ کا اعلان کر دے گی کہ نئی ہندو ریاست میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے فرائض اور حقوق کیا ہوں گے اور ان کی شدھی کی کیا شرائط ہوں گی۔''

یہ تھی صورتِ حال جس میں کشمیر کا مسلمان پس رہا تھا۔ کشمیر کو ہندو کی غلامی سے آزاد کروانے کے لئے وہ لوگ جو خود ہندو کے مظالم سے تنگ آ کر کشمیر چھوڑنے پر مجبور ہو گئے تھے اپنے وطن کی حالت زار پر تڑپ اٹھے انہوں نے کشمیریوں کے ساتھ آزادی کی تحریک کی باگ ڈور سنبھالی۔ ہم آزادی کشمیر کو درج ذیل حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

پہلا دور -- ۱۸۹۲ء تا ۱۹۰۸ء: ریاستی حکومت میں سے مسلمانوں کو نکالنے کا آغاز ہوا تو ریاست کے مسلمانوں کی آنکھیں کھلیں چودھویں صدی اور دیگر اخبارات نے کشمیر کے مسلمانوں کے حالات کو پریس میں اٹھایا اور اہل کشمیر کے تحفظ حقوق کے لئے انجمنوں کا قیام عمل میں آیا۔

۱- مجلس کشمیری مسلمانان لاہور کے نام سے ۱۸۹۶ء میں قائم ہوئی۔

۲- مسلم کشمیر کانفرنس کے نام سے یکم دسمبر ۱۹۰۱ء کو احیاء ہوا۔ اس انجمن نے مسلمانان کشمیر پر ہونے والے مظالم کو ہندوستان کے لوگوں کے سامنے رکھا۔ جس سے ہندوستان کے مسلمانوں کو بھی کشمیر کے مسلمانوں سے ہمدردی پیدا ہوئی۔

دوسرا دور-- ۱۹۰۹ء تا ۱۹۲۰ء: حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی...... یکم جولائی ۱۹۰۹ء سے ۲۲- اگست ۱۹۰۹ء تک کشمیر میں قیام پذیر رہے۔ جس سے آپ کو کشمیر کے حالات کا مشاہدہ کرنے کا موقعہ ملا- آپ نے مسلمانان کشمیر پر ہونے والے مظالم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ایسے ہی ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا-

''ایک عجیب واقعہ مجھے ایک افسر نے جو پونچھ میں وزارت کے عہدہ پر فائز رہا ہے بتایا کہ ایک دفعہ مجھے مزدوروں کی ضرورت تھی میں نے حاکم مجاز کو اس کے متعلق خط لکھا اور اس نے کچھ مزدور بھیجے جن کے متعلق مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ ان میں سے ایک بھی مزدور نہ تھا بلکہ سب کے سب براتی تھے۔ جن میں دولہا بھی شامل تھا- ذرا غور کرو یہ کس قدر دردناک واقعہ ہے ان لوگوں کے لئے کھانے پکے ہوں گے اور لڑکی والے ان کی راہ دیکھ رہے ہوں گے- دُلہن دُولہا کا انتظار کر رہی ہوگی اس واقعہ سے میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے-''

(الفضل ۲۴ ستمبر ۱۹۳۱ء صفحہ ۸-۹)

راجوری کے مسلمانوں کی تنظیم ایک احمدی عالم مولوی عبدالرحمٰن ساکن اندورہ اسلام آباد نے قائم کی- اب تک جو کچھ ہو رہا تھا پنجاب کے مسلمانوں کی طرف سے ہو رہا تھا اب خود مسلمانان کشمیر نے حکومت ہند کے مشیر تعلیم مسٹر شارپ کے سامنے دورہ کشمیر کے دوران اپنے مطالبات پیش کئے- مہاراجہ پرتاب سنگھ نے یہ مطالبات بظاہر منظور کر لئے مگر ان پر عمل در آمد کبھی نہ ہو سکا-

تیسرا دور-- ۱۹۲۱ء تا ۱۹۲۸ء: حضرت خلیفۃ المسیح الثانی...... نے ۲۵ جون تا ۲۹ ستمبر ۱۹۱۲ء کشمیر میں قیام فرمایا- اس سفر میں کشمیر کے رُوح فرسا حالات دیکھ کر مسلمانان کشمیر سے ہمدردی اور گہری ہوگئی ان کا تفصیل سے ذکر ''کشمیر کی کہانی'' میں چوہدری ظہور احمد صاحب نے کیا ہے۔ ۱۹۲۴ء میں ڈوگرہ راج کے مظالم اپنی انتہا کو پہنچ گئے- ہندوؤں نے خانقاہ معلی پر اینٹیں برسائیں- محرم کے جلوس پر پابندی لگا دی گئی- ۱۴- اکتوبر کو وائسرائے ہند لارڈ ریڈنگ کے سامنے مسلمانان کشمیر نے اپنے مطالبات اور مشکلات پر مشتمل محضرنامہ پیش کیا- ان کے جانے کے بعد مہاراجہ پرتاب سنگھ نے ایک کمیشن بٹھا دیا جس نے محضرنامہ پر دستخط کرنے والوں سے بیان لینے شروع کر دیئے جس سے ایک ہلچل پیدا ہوگئی- کشمیر میں تعلیمی جدوجہد شروع ہوئی- مسلمان زمینداروں نے اپنی تنظیم بنائی- خلیفہ عبدالرحیم صاحب نے ان حالات میں تاریخ ساز

خدمات سرانجام دیں جس نے ڈوگرہ حکومت کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔ جناب یعقوب علی صاحب نے جرات ایمانی سے حکومت کے اقدامات کو ناکام بنا دیا۔

چوتھا دور ۔۔ ۱۹۲۹ء تا ۱۹۳۰ء: حضرت خلیفۃ المسیح الثانی...... ۱۵ جون ۱۹۲۹ء کو تیسری بار کشمیر تشریف لے گئے کشمیر میں سیاسی بیداری پیدا ہو چکی تھی اب اسے اور منظم کرنے کی ضرورت تھی۔ چنانچہ سری نگر میں ریڈنگ روم کا قیام عمل میں آیا۔ خواجہ غلام نبی گلکار نے پبلک مقامات پر جا کر اصلاحی تقاریر کا سلسلہ شروع کیا۔ ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن قائم ہوئی۔ اس سیاسی بیداری سے عوام کو اپنے حقوق کا احساس ہو چکا تھا۔ انہیں ایک مسیحا مل گیا تھا جس کی سرکردگی میں انہیں آزادی کی منزل سر کرنا تھی۔

پانچواں دور ۔۔ اپریل ۱۹۳۱ء: ۲۵۔ اپریل کو عیدالاضحیٰ کے دن جموں میں ایک آریہ ڈپٹی انسپکٹر پولیس نے خطیب کو عید کا خطبہ پڑھنے سے روک دیا۔ ۵۔ جون کو ہندو سارجنٹ کے ہاتھوں قرآن مجید کی سخت بے حرمتی کا دلخراش واقعہ بھی پیش آیا۔

ان واقعات کا یکے بعد دیگرے ہونا۔ عبادت میں دخل اندازی کا ہونا اور اس میں غیر مسلم پولیس کا ہاتھ ہونا بتاتا ہے کہ یہ اتفاقی حادثات نہیں تھے بلکہ دیدہ دانستہ کسی سکیم کا نتیجہ تھے جس سے مسلمانان کشمیر سراپا احتجاج بن گئے ان کی آواز کو پنجاب کے اخبارات نے ہندوستان بھر کے مسلمانوں تک پہنچایا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی...... نے کشمیر کے مسلمانوں کے حقوق کیلئے ایک سلسلہ مضامین شروع فرمایا۔ یہ مضامین الفضل اور انقلاب میں شائع ہوئے کہ کشمیر کی آزادی کا وقت آن پہنچا ہے چنانچہ جنرل سیکرٹری مسلم کشمیری کانفرنس اور دیگر مسلمان زعماء نے...... خطوط لکھے کہ اس سلسلہ میں مسلمانان کشمیر کی مدد کریں۔ خانقاہ معلّی سری نگر میں مسلمانوں کا عظیم اجتماع ہوا جس میں تیس ہزار افراد جمع ہوئے اس جلسہ میں پُر جوش تقریریں ہوئیں جلسہ کے آخر میں عبدالقدیر خان جو یوپی کے باشندہ تھے مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے جرات مندانہ انداز میں ان کی غیرت کو للکارا۔ اور ریاست میں جو واقعات ہوئے تھے ان کو بیان کیا جس پر ان کو گرفتار کر لیا گیا۔ ۱۳ جولائی ۱۹۳۱ء کا وہ تاریخی دن تھا جب عبدالقدیر صاحب کے مقدمہ کی سماعت ہو رہی تھی کہ مسلمان جوق در جوق جیل کی طرف جانے لگے۔ اس دوران سیشن جج نے نہتے کشمیریوں پر فائرنگ کروا دی۔ حکومت کے مطابق اس واقعہ میں دس آدمی مارے گئے جبکہ پبلک کی رائے میں بہت زیادہ مارے گئے۔ ۱۳ جولائی ۱۹۳۳ء آزادی کشمیر کا وہ تاریخی دن ہے جس کو کشمیری ہر سال بڑے پُر جوش انداز میں مناتے ہیں اور کشمیر کی آزادی کا عہد کرتے ہیں۔ ۱۳ جولائی کے واقعہ کے بعد تحریک آزادیٔ کشمیر ایک عملی مرحلے میں داخل ہو گئی۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

اہل کشمیر کے حقوق کیلئے جماعت احمدیہ کی جدوجہد

تحریر: مکرم عبدالقدیر قمر صاحب

آفتاب رسالت حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار و برکات سے پہلی صدی ہجری اور ساتویں صدی عیسوی میں ہی خطہ کشمیر کی ظلمت دور ہونے لگی تھی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے باکمال و بے مثال بزرگوں کے روحانی اثر اور تبلیغ کے ذریعہ پوری ریاست نورِ مصطفویؐ سے جگمگا اٹھی۔ مغلیہ دور میں اہل کشمیر کو خوشحال بنانے اور ان کی علمی، ثقافتی اور مادی ترقی و بہبود کے لئے بہت کوشش کی یہاں تک کہ اس خطہ جنت نظیر میں مزید حسن آ گیا۔ مگر جب ان حکمرانوں کی باہمی آویزش سے ان کا ستارۂ عروج ماند پڑا تو برصغیر ہند پر اسلامی مملکت کا خاتمہ ہو گیا۔ اقتدار اور عزتیں چھن گئیں۔ سکھ اور ڈوگرہ راجے زندہ آدمیوں کی کھال اتروانے لگے۔ دین حق کے متوالوں کی حیثیت ڈھور ڈنگروں سے زیادہ نہ رہی۔ جب یہ رات طویل ہوئی اور ظلم وستم کی چکی کشمیریوں پر چلنے لگی تو اس موقعہ پر ہندوستان کے مسلمانوں میں شدید بے چینی پیدا ہوئی ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اہل فکر نے یہ سوچنا شروع کیا کہ اس کا کوئی علاج ہونا چاہیئے۔ چنانچہ اس زمانہ کے بڑے بڑے مفکرین اور سیاسی راہنماؤں کی نظریں قادیان کی طرف اُٹھنے لگیں۔ اور انہوں نے جماعت احمدیہ کے دوسرے امام حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ...... کو خطوط کے ذریعے اور پھر پیامبر بھجوا کر درخواست کی کہ اس پُر آشوب دور میں آپ ہی اس کام کو سنبھالیں تو کوئی مداوا ہو گا۔

شاعر مشرق ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب کی استدعا: شاعر مشرق ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ...... کو ایک خط میں تحریر کیا۔ جس میں کشمیریوں کی نجات کے لئے استدعا کی گئی۔ آپ نے لکھا:۔

”چونکہ آپ کی جماعت منظم ہے اور نیز بہت سے مستعد آدمی اس جماعت میں موجود ہیں اس واسطے آپ بہت مفید کام مسلمانوں کے لئے انجام دے سکیں گے۔“ (تاریخ احمدیت جلد ۴ صفحہ ۴۶۵)

کشمیر کمیٹی کا قیام: حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ...... نے اس خط اور بعض دوسرے خطوط جو دوسرے مسلمان علماء اور سیاسی راہنماؤں کی طرف سے آپ کی خدمت میں لکھے گئے پر ایک کانفرنس بلوانے کی تجویز کی۔ اس کانفرنس کا انعقاد شملہ میں نواب سر ذوالفقار علی صاحب کی کوٹھی پر ۱۹۳۱ء میں ہوا۔ اس کانفرنس میں جو بڑے رہنما شامل ہوئے ان میں شمس العلماء خواجہ حسن نظامی صاحب، سر میاں فضل حسین صاحب، ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب، سر ذوالفقار علی خاں صاحب،

جناب نواب صاحب گنج پورہ، خاں بہادر شیخ رحیم بخش صاحب، سید محمد محسن شاہ صاحب ایڈووکیٹ، مولوی محمد اسماعیل صاحب غزنوی، مولوی نور الحق صاحب مالک مسلم آؤٹ لک، سید حبیب صاحب ایڈیٹر ''سیاست'' اور مولوی میرک شاہ صاحب سابق پروفیسر دیوبند نمائندہ کشمیر کی حیثیت سے اور اللہ رکھا ساغر صاحب نمائندہ جموں کی حیثیت سے کانفرنس میں شامل ہوئے۔ اس کانفرنس کے آخر پر ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی...... کا نام پیش کیا اور کہا۔

> ''میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ اگر اس کشمیر موومنٹ کو کامیاب بنانے کے ارادے ہیں تو جماعت احمدیہ کے امام مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے سوا اور کوئی اہل نہیں۔''

(لاہور ۵ اپریل ۱۹۴۰ء بحوالہ زھق الباطل خطبات حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ صفحہ ۱۶۱)

یہ آواز اٹھتے ہی ہر طرف سے تائیدی آوازیں بلند ہونے لگیں اور بالاتفاق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا صدر منتخب کرلیا گیا۔

یہ ایک لمبی داستان ہے کہ جماعت احمدیہ نے قدم قدم پر مسلمانانِ کشمیر کے مفادات کے تحفظ کے لئے کتنی عظیم الشان قربانیاں دی ہیں، کشمیر میں ہر طرف، یہ حسین یادیں بکھری پڑی ہیں۔ جماعت کے بڑے بڑے عالم کیا امیر اور غریب سبھی اپنے خرچ پر وہاں جاتے تھے اور مسلمانوں کی بے انتہاء خدمت کرتے تھے اور ان پر کوئی بوجھ نہیں بنتے تھے۔ وہ خود راجہ کے مظالم کا شکار ہوتے تھے اور گرفتار کئے جاتے تھے۔ پھر وکلاء کے قافلے وقف کر کے جاتے اور ان مسلمان بھائیوں کی خاطر مقدمے لڑتے تھے جنہیں سزائیں ملتی تھیں۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے اور ناممکن ہے کہ آزادی کشمیر کی جدوجہد کا یہ عظیم الشان باب جماعت احمدیہ کی خدمات کا ذکر کئے بغیر مکمل ہو سکے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی...... کی ولولہ انگیز قیادت میں تحریک آزادی کشمیر کس شان سے اٹھی، آگے بڑھی اور منزل مقصود کی طرف تیزی سے رواں دواں ہوئی۔ اس کی چند جھلکیاں پیش خدمت ہیں۔

اہلِ کشمیر کے اتحاد کی جدوجہد: مسلمانان کشمیر کا مسئلہ چونکہ بہت ہی اہم اور نازک مسئلہ تھا جو اتفاق، اتحاد اور باہمی اشتراک سے ہی کامیابی کا جھومر اپنی پیشانی پر لہرا سکتا تھا اس لئے صدر کشمیر کمیٹی نے سب سے پہلے کشمیر کی خاطر کام کرنے والی مختلف جماعتوں کو منظم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ اور تمام لیڈروں کو کمیٹی سے تعاون کی اپیل کی۔

پبلسٹی کمیٹی کا قیام: صدر کشمیر کمیٹی نے اگست ۱۹۳۱ء کے پہلے ہفتہ میں ایک پبلسٹی کمیٹی کا قیام فرمایا۔ جس کا کام مسلمانان کشمیر کے حقوق و مطالبات کی حمایت تھا۔ اس کمیٹی نے اپنا کام نہایت احسن طریق پر انجام دیا اور کشمیر کے حالات ''مسلمانان کشمیر اور ڈوگرہ راج'' اور مسئلہ کشمیر اور ہندو مہا سبھائی جیسی عظیم الشان کتب شائع ہوئیں۔ جنہوں نے کشمیری

احباب کے حقوق کے حصول میں غیر معمولی فائدہ دیا۔

عالمی سطح پر کام کا آغاز: حکومت ہند اور ریاست کشمیر پر دباؤ ڈالنے کا نہایت موثر ذریعہ بیرونی دباؤ تھا۔ جس کا اس قیادت نے آغاز کیا۔ چنانچہ اس ضمن میں آپ نے امریکہ، سماٹرا، جاوا، عرب، مصر و شام میں ایک مہم شروع کی۔ مگر سب سے زیادہ توجہ انگلستان کے برطانوی پریس اور عوام پر دی۔ چونکہ کشمیر کی ریاست پر حکومت ہند کی نگرانی تھی اور حکومت ہند برطانوی حکومت کے ماتحت تھی اس لئے برطانیہ کو متاثر کرنے کے لئے آپ نے مختلف ذرائع اختیار فرمائے۔ آپ نے مولوی فرزند علی خان صاحب جو لندن مشن کے انچارج تھے کو انگلستان میں تحریک آزادیٔ کشمیر کی آواز بلند کرنے کے لئے ہدایات دیں۔ جس کی روشنی میں انہوں نے جو کامیاب کوششیں کیں اس کی ایک جھلک جناب عبدالمجید سالک صاحب کے بیان میں ملاحظہ فرمایئے آپ نے لکھا:

''انگلستان میں آل انڈیا کشمیر کمیٹی نے جو کام کیا وہ ہندوستان کے کام سے بھی کہیں زیادہ بیش بہا تھا۔ مولانا مہر کے تازہ مکتوب میں قارئین ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ انگریزی پریس کا رویہ پہلے اچھا نہ تھا۔ لیکن آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے صدر کے برقی پیغامات اور مولوی فرزند علی امام (بیت فضل) لندن کی ان تھک مساعی سے اب حالات بہت بہتر ہیں اور اکثر انگریزی اخبارات کا لب ولہجہ ہمدردانہ ہو گیا ہے۔ اس کے لئے آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے جو معزز و محترم ارکان گول میز کانفرنس میں شریک ہیں ان کو ہندوستان کے مفصّل تار پہنچتے رہے جن میں حوادث کشمیر بیان کئے جاتے تھے اور ان حضرات نے انہی تاروں سے متاثر ہو کر وزیر ہند سے متعدد ملاقاتیں کیں اور یہ وعدہ لیا کہ کشمیر کے معاملہ میں مظلوموں کی امداد کی جائے گی۔'' (انقلاب ۲۰ نومبر ۱۹۳۱ء)

پھر چوہدری غلام عباس صاحب لکھتے ہیں:

''آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی معرفت ہماری شکایات سمندر پار کے مسلمانوں میں بھی زبان زد ہر خاص و عام ہو گئیں۔ اسی نزاکتِ حال کے پیش نظر حکومت کشمیر کے لئے ہماری شکایات کو ٹالنا اور بزور طاقت عمومی محرکات کو بلا فکر نتائج کچلتے چلے جانا مشکل ہو گیا۔ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے پیہم اصرار کے باعث حکومت ہند کا معاملات کشمیر میں دخل انداز ہونا ناگزیر ہو گیا۔'' (کشمکش صفحہ ۱۱۱ مصنف چوہدری غلام عباس صاحب)

مظلومین کو طبّی و مالی امداد: تحریک آزادی کے نتیجہ میں مظلوم و نہتے اور مفلوک الحال کشمیریوں پر مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے۔ ان کا قافیۂ حیات تنگ کر دیا گیا، اہل کشمیر کو ڈوگرہ مظالم سے بچانا۔ زخمی ہونے والوں کا علاج معالجہ اور گرفتار شدگان کی رہائی کی جو کامیاب کوششیں صدر کشمیر کمیٹی نے فرمائیں اس کی ایک جھلک اخبار انقلاب ۱۱ مارچ ۱۹۳۲ء میں یوں ہے۔

''آل انڈیا کشمیر کمیٹی نے مسلمانانِ کشمیر کے شہداء کے پسماندگان اور زخمیوں کی امداد اور ماخوذین بلا کی قانونی اعانت میں جس قابل تعریف سرگرمی ......اور ایثار کا ثبوت دیا ہے اس کو مسلمانانِ کشمیر کبھی فراموش نہیں کر سکتے -''

اور مفتی مولوی عتیق اللہ صاحب کشمیری (پونچھ) نے لکھا:-

''آل انڈیا کشمیر کمیٹی نے جس خلوص اور ہمدردی کے ساتھ مظلوم مسلمانانِ ریاست جموں وکشمیر کی مالی جانی قانونی امداد دی، اس کے لئے ہمارے جسم کا ذرہ ذرہ زبانِ سپاس ہے- ہم لوگ اس کمیٹی کی بے لوث مالی امداد کے تازیست ممنون رہیں گے اس کمیٹی نے شہداء کے پسماندگان کا خیال رکھا- یتامیٰ و ایامیٰ کی پرورش کی- محبوسین کے پسماندگان کو مالی امداد دی- ماخوذین کو قانونی امداد دی- کارکنوں کو گرانقدر مشورے دیئے- جنگلوں میں پہاڑوں میں جاکر مظلومین کی امداد کی- ماخوذین کی اپیلیں دائر کیں اور ان کے مقدمات کی پیروی کی- قابل ترین قانونی مشیر بہم پہنچائے، ہندوستان اور بیرون ہند میں ہماری مظلومیت ظاہر کرنے کی جان توڑ کوشش کی- ہماری آواز کو حکام بالا تک پہنچایا- ہماری تسلی اور تسکین کی خاطر اشتہارات اور ٹریکٹ شائع کئے ہر وقت قابل اور موزون والنٹیر دیئے- دنیائے **اسلام کو** ہمارے حالات سے آگاہ کر کے ہمدردی پر آمادہ کیا- اخبارات کے ذریعہ سے ہماری مظلومیت کو ظاہر کیا-'' (اخبار انقلاب لاہور ۲۰- اپریل ۱۹۳۲ء صفحہ ۹)

یہ تو آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی طبی اور مالی امداد کا تذکرہ ہے جہاں تک قانونی امداد کا تعلق ہے کمیٹی کے زیرِ انتظام اور چوٹی کے وکلاء نے جو بے نظیر کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اس کی ایک جھلک بھی غیروں کی زبانی ملاحظہ فرمائیے- جناب اللہ رکھا صاحب ساغر سابق مدیر ''رہبر'' سرینگر و ''جاوید'' جموں (جن کا شمار ریاست کے ممتاز سیاسی رہنماؤں میں ہوتا ہے) ایک بیان میں فرماتے ہیں:-

''ریاست کے اندر تو یہ ہو رہا تھا- اور بیرونِ ریاست برطانوی ہند میں بھی پارہ کافی حد تک اونچا چڑھ چکا تھا- اپنے اپنے طور پر سبھی کوشش کر رہے تھے- کہ مسلمانانِ کشمیر کی ممکن حد تک مدد ہوتی رہے- لیکن اس سلسلے میں کشمیر کمیٹی کی حیثیت منفرد تھی- اس نے سائنٹیفک طور پر اس مہم کو بڑے منظم طریقے سے چلایا- پبلسٹی کو بہت فروغ دیا- حکومت ہند تک کئی یادداشتیں بھیجیں- متعدد وفود ارسال کئے- اور سب سے بڑھ کر اندرونِ ریاست سے ایسا اچھا میل قائم کیا کہ لوگوں کو اس سے بڑی سہولت ملی- اطلاعات ہم لوگ فراہم کرتے- برطانوی ہند میں اس کو نشر کرنے کی ساری ذمہ داری کشمیر کمیٹی کی تھی- اور یہ رابطہ بڑا سہل اور آسان رکھا گیا- ہر جگہ سے اطلاعات بڑے سادہ طریقہ پر پہنچائی جاتیں کم خواندہ آدمی بھیجے جاتے- اور اس کی نوک پلک درست کر کے اور اس کو دل نشین اور موثر پیرایہ میں ڈھال لیا جاتا تھا- اور کشمیر کمیٹی کی کوئی ایجنسی انہیں نشر کر دیتی تھی- اس کے علاوہ روز مرّہ کی ضرورت کے لئے مادی امداد بھی برابر پہنچتی رہتی تھی...... چونکہ ریاست میں پکڑ دھکڑ عام ہو چکی تھی- اور تمام قابلِ ذکر لیڈر اور کارکن گرفتار کر لئے گئے تھے- بلکہ ان کے لواحقین تک کو بھی جو سیاسیات میں اپنے بڑھاپے یا کاروبار کی وجہ سے کم ہی دخل دیتے تھے- ان کو بھی مختلف الزامات میں ماخوذ کر لیا گیا تھا اس لئے آئے دن ان کی

قانونی امداد کی ضرورت پڑتی رہتی تھی...... لاہور سے وکلاء مہیا کئے گئے اور ان کے اخراجات کمیٹی نے برداشت کئے- اس کے سوا چھوٹے بڑے دوسرے کاموں کے لئے اخراجات کی کافی ضرورت ہوتی تھی- اس میں شبہ نہیں کہ ہنگامی قسم کے اخراجات تو مقامی طور پر بے شک جو ہو جاتے تھے لیکن دُور رس اور مسلسل قسم کے اخراجات کے لئے کشمیر کمیٹی مالی امداد بھی کرتی تھی- میرا ذاتی نقطہ نظر یہ ہے کہ کشمیر کمیٹی نے ۱۹۳۱ء میں جو مالی امداد تحریک کشمیر کی کی- وہ لامحالہ بڑی ٹھوس اور وزن دار تھی- اور اپنی پائیداری اور نتیجہ خیزی کے لحاظ سے بے مثل تھی......'' (تاریخ احمدیت جلد ۴ صفحہ ۵۹۱ تا ۵۹۳)

ان مستند زعماء اور لیڈروں کے بیانات سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کشمیر کی آزادی کی جدوجہد کی طرف سب سے پہلے توجہ دینے والے اس وقت کے امام جماعت احمدیہ ہی تھے- آپ نے ہی کشمیر کے جہاد کا آغاز کیا- آپ کی آواز پر جماعت احمدیہ کے جوان بھی، بوڑھے بھی، تجربہ کار بھی اور ناتجربہ کار بھی اس جہاد میں شامل ہوئے- ان کو وسائل مہیا کئے گئے- پیسوں سے مدد کی گئی- نظام قائم کر کے دیا گیا- یہ وہ تاریخی حقائق اور سچائیاں ہیں جن کو کوئی نظرانداز نہیں کر سکتا- کوئی تاریخ سے مٹا نہیں سکتا اور جس وقت پاکستان کی طرف سے آزادی کشمیر کی باقاعدہ کوششیں ہو رہی تھیں یہ جماعت احمدیہ ہی تھی جس نے رضا کار فرقان فورس جہاد کے لئے پیش کی- جس نے اس جہاد میں جرات و بہادری، دلیری و شجاعت کے انمٹ نقوش صفحہء تاریخ پر ثبت کئے- اس وقت افواجِ پاکستان کے کمانڈر انچیف نے بھی فرقان فورس کو نہایت ہی شاندار الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا-

''آپ کی بٹالین زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والوں رضا کاروں پر مشتمل تھی (جیسا کہ میں نے بتایا ہے سب رضا کار اپنے خرچ پر فوجی خدمات سرانجام دے رہے تھے کوئی تنخواہ دار نہ تھا) اس میں نوجوان، کسان، طلبہ، استاد اور کاروباری لوگ سب کے سب پاکستان کے جذبہ سے سرشار تھے- آپ نے رضا کارانہ طور پر بے لوث جان کی قربانی پیش کی کوئی معاوضہ طلب نہ کیا اور نہ ہی کسی شہرت کی تمنا کی- کشمیر میں ایک اہم محاذ آپ کے سپرد کیا گیا تھا ہمیں آپ پر جو اعتماد تھا اسے آپ نے بہت جلد پورا کر دکھایا- جنگ میں دشمن کی بہت بھاری بری اور ہوائی طاقت کے مقابل پر آپ نے اپنی زمین کا ایک انچ بھی دیئے بغیر اپنی ذمہ داری کو احسن طور پر نبھایا-''

(زھق الباطل صفحہ ۱۹۹)

ہم آج مظلوم کشمیریوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں آزادی کی بہاریں نصیب فرمائے- جوان کے ہر دکھ درد کی دوا ہو-

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَان

وطن کے معنی انسان کی سکونت کی جگہ کے ہیں خواہ وہ وہاں پیدا ہوا ہو یا کہیں سے نقل مکانی کر کے وہاں آباد ہوا ہو۔ عرف عام میں ایک تہذیب رواج اور طرز معاشرت کی وہ جغرافیائی حدود جو ایک سیاسی وحدت رکھتی ہوں وطن کہلاتا ہے۔ انسانی فطرت میں وطن کی محبت ہر کہیں نظر آتی ہے وہ دھرتی جہاں اس نے جنم لیا ہو یا جہاں وہ امن وسلامتی سے بود و باش اختیار کئے ہوئے ہو، وہ کہیں بھی ہو کتنی بھی آسائشیں اسے میسر ہوں وہ اپنے وطن کی محبت میں سرشار رہتا ہے۔ یہی وہ فطرت کی آواز ہے جس کا ذکر آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَان (الموضوعات الکبیر) کہ وطن سے محبت ایمان میں سے ہے محبت کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے ملک و وطن کے امن اور سلامتی ، استحکام اور تعمیر و ترقی میں حصہ لیتا ہے۔

جماعت احمدیہ کے آئمہ نے مختلف اوقات میں حب الوطنی کے انہی تقاضوں کو پیش کیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی...... فرماتے ہیں:-

''تمہیں اپنے ملک کی عزت اور ساکھ دنیا میں قائم کرنا ہوگی تمہیں اپنے وطن کو دنیا سے روشناس کرانا ہوگا۔ ملکوں کی عزت کو قائم رکھنا بھی ایک بڑا دشوار کام ہے۔ لیکن ان کی عزت کو بنانا اس سے بھی زیادہ دشوار کام ہے اور یہی دشوار کام تمہارے ذمہ ڈالا گیا ہے۔ تم ایک نئے ملک کی نئی پود ہو تمہاری ذمہ داریاں پرانے ملکوں کی نئی نسلوں سے بہت زیادہ ہیں۔ انہیں ایک بنی بنائی چیز ملتی ہے۔ انہیں آباؤ اجداد کی سنتیں یا روایتیں وراثت میں ملتی ہیں۔ مگر تمہارا یہ حال نہیں ہے۔ تم نے ملک بھی بنانا ہے اور تم نے نئی روائتیں بھی قائم کرنی ہیں۔ ایسی روائتیں جن پر عزت اور کامیابی کے ساتھ آنے والی بہت سی نسلیں کام کرتی چلی جائیں۔'' (مشعل راہ صفحہ ۲۵۰، ۲۵۱)

ہمارے موجودہ امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حب الوطنی کے حوالہ سے ہماری راہنمائی فرمائی جس کے پیش نظر ہمیں ملک وملت کی فلاح و بہبود کے لئے سرگرم عمل رہنا ہوگا۔

''لوگ تو اس ملک کو نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن آپ ان کوششوں کی راہ میں روک بن جائیں اور حب الوطنی کے گیت گائیں اور ساری قوم کو سمجھائیں کہ ان لوگوں کی بداعمالیوں کے نتیجہ میں اپنے پاؤں پر کلہاڑی کیوں مارتے ہو۔ حب الوطنی کے جذبہ کو زخمی نہ ہونے دو۔ اسی لئے جماعت احمدیہ کو یہ جہاد بھی کرنا چاہیئے کہ پاکستان میں حب الوطنی کے احساس کو نمایاں کیا جائے اور بیدار کیا جائے اور ہر قسم کے ایسے خیالات جو پاکستان کو کسی طرح نقصان پہنچا سکتے ہیں ان کے خلاف کوشش کرنا بھی جماعت احمدیہ کا کام ہے۔ اگر اس مقدس نام سے پیار اور محبت ہے تو پھر دنیا کے ہر احمدی کو چاہیئے کہ پاکستان کو نقصان پہنچانے کی ہر کوشش کو ناکام بنا دے۔'' (خطبہ جمعہ ۲۸ نومبر ۱۹۸۶ء)

اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے ساتھ ہمیں اپنی جملہ ذمہ داریاں احسن رنگ میں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مبارک یومِ آزادی

○

غلاموں نے تھا توڑا غاصبوں کا زورِ صیّادی
اسیروں نے اٹھایا آج کے دن گُرز فولادی
فرنگی بتکدے ٹوٹے ہوئی ظالم کی بربادی
وطن کے باسیوں کو ہے یہی دن صورتِ شادی
بجے ہیں شادیانے گونج اٹھے کوہ اور وادی
مبارک یومِ آزادی! مبارک یومِ آزادی!

○

اٹھا جب قائد اعظم امیرِ کارواں ہو کر
طلسم افرنگ کا اڑنے لگا یکدم دھواں ہو کر
چلے ہم حضرتِ قائد کے جس دم ہم عناں ہو کر
رہ و منزل چمک اٹھے تھے گویا کہکشاں ہو کر
ہوئی ویران سینوں میں نئے جذبوں کی آبادی
مبارک یومِ آزادی! مبارک یومِ آزادی!

○

حکایت کر ذرا تاریخ سے تو یاد قوموں کی
خدا سنتا ہے بڑھ کر فرد سے فریاد قوموں کی

فقط محنت ہی ہے تقدیر گر، نوزاد قوموں کی
نہیں ہے آخری منزل کوئی آزاد قوموں کی
مسلسل ہے سفر تیرا سکوں ہے مثلِ بربادی
مبارک یومِ آزادی! مبارک یومِ آزادی!

○

جل اٹھی شمع آزادی، ادھر پروانہ وار آؤ!
محبت کے نشے میں جھومتے مستانہ وار آؤ!
وجودِ خویش سے ہو کر ذرا بیگانہ وار آؤ!
وطن جب جان مانگے دوڑ کر مردانہ وار آؤ!
حفاظت دیس پیارے کی ترا ہے فرضِ بنیادی
مبارک یومِ آزادی! مبارک یومِ آزادی!

○

بدلنی عزمِ نو سے اب ہے تقدیرِ وطن تُو نے!
اُجاگر اور کرنی ہے یہ تصویرِ وطن تُو نے!
بڑھانی چشمِ عالم میں ہے توقیرِ وطن تُو نے!
نئے انداز سے کرنی ہے تعمیرِ وطن تُو نے!
تری تعمیر سے ہو روحِ تخریبی کی بربادی
مبارک یومِ آزادی! مبارک یومِ آزادی!

عبدالسلام اسلام

خدمت دین کو اک فضل الٰہی جانو

از: مکرم رانا مبارک احمد صاحب لاہور

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں اس لئے بھیجا ہے کہ وہ دنیا میں آ کر اس کا محبوب بندہ بنے اس کی عبادت کرے اور اس کے بندوں کی خدمت کرے۔ اس بارہ میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اور آپ کے خلفاء کے ارشادات ملاحظہ فرماویں:

دین کی خدمت: ''عزیزو! یہ دین کے لئے اور دین کی اغراض کے لئے خدمت کا وقت ہے۔ اس وقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا..... تم ایسے برگزیدہ نبیؐ کے تابع ہو کر کیوں ہمت ہارتے ہو۔ تم اپنے وہ نمونے دکھلاؤ جو فرشتے بھی آسمان پر تمہارے صدق وصفا سے حیران ہو جائیں...... تم ایک موت اختیار کرو تا تمہیں زندگی ملے......'' (کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۸۳ و ۸۵)

خدمت دین کے لئے زندگی وقف کرنا: آپ فرماتے ہیں'' ...... میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنی جماعت کو وصیت کروں اور یہ بات پہنچا دوں آئندہ ہر ایک کا اختیار ہے کہ وہ اسے سنے یا نہ سنے اگر کوئی نجات چاہتا ہے اور حیات طیبہ یا ابدی زندگی کا طلبگار ہے، تو وہ اللہ کے لئے اپنی زندگی وقف کرے اور ہر ایک اس کوشش اور فکر میں لگ جاوے کہ وہ اس درجہ اور مرتبہ کو حاصل کرے کہ کہہ سکے کہ میری زندگی، میری موت، میری قربانیاں، میری نمازیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور حضرت ابراہیمؑ کی طرح اُس کی روح بول اٹھے اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (البقرہ: ۱۳۲) جب تک انسان خدا میں کھویا نہیں جاتا خدا میں ہو کر نہیں مرتا وہ زندگی پا نہیں سکتا۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ ۳۷۰)

خدمت دین کے لئے غم کھانا: حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اپنے فارسی کلام میں فرماتے ہیں: (ترجمہ) ''اس ذلیل دنیا کا عیش چند روزہ ہے۔ بالآخر خدا تعالیٰ سے ہی کام پڑتا ہے۔ یہ دنیا زوال موت اور فنا کی سرائے ہے جو بھی یہاں آئے گا۔ وہ آخر رخصت ہوا۔ تھوڑی دیر کے لئے قبرستان میں جا اور وہاں کے مُردوں سے حال پوچھ کہ دنیاوی زندگی کا انجام کیا ہے اور جو پیدا ہوا وہ کب تک جیا ہے۔ کینہ، تکبر، فخر اور ناز چھوڑ دے تاکہ تیرا خاتمہ گمراہی پر نہ ہو۔ جب تو اس دنیا سے اپنا سامان باندھے گا تو پھر ان شہروں اور ملکوں میں واپس نہیں آئے گا۔ اے دین سے بے خبر دین کا غم کھا کیونکہ تیری نجات دین سے وابستہ ہے۔'' (براہین احمدیہ۔ روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۱۲۴)

خدمت دین — انسان کی خوش قسمتی!: ''اگر ہو سکے تو دین کی خدمت کرنی چاہئیے۔ اس سے زیادہ خوش

قسمتی اور کیا ہے۔ کہ انسان کا وقت (وجود) قویٰ، مال، جان خدا کے دین کی خدمت میں خرچ ہو ہمیں تو صرف مرض کے دورہ کا اندیشہ ہوتا ہے ورنہ دل یہی کرتا ہے کہ ساری ساری رات کٹے جائیں ہماری تو قریباً تمام کتابیں امراض وعوارض میں ہی لکھی گئی ہیں ازالہ اوہام کے وقت میں بھی ہم کو خارش تھی۔ قریباً ایک برس تک وہ مرض رہا تھا۔ (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۱۲)

دعا اور خدمت دین: فرمایا ''جو حالت میری توجہ کو جذب کرتی ہے اور جسے دیکھ کر میں دعا کے لئے اپنے اندر تحریک پاتا ہوں۔ وہ ایک ہی بات ہے کہ میں کسی شخص کی نسبت معلوم کرلوں۔ کہ یہ خدمت دین کے سزاوار ہے۔ اور اس کا وجود خدا تعالیٰ کے لئے خدا کے رسولؐ کے لئے خدا کی کتاب کے لئے اور خدا کے بندوں کے لئے نافع ہے۔ ایسے شخص کو جو درد و الم پہنچے وہ درحقیقت مجھے پہنچتا ہے۔'' فرمایا:۔'' ہمارے دوستوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے دلوں میں خدمت دین کی نیت باندھ لیں۔ جس طرز اور جس رنگ کی خدمت جس سے بن پڑے کرے۔'' پھر فرمایا:۔'' میں سچ سچ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اس شخص کی قدر و منزلت ہے۔ جو دین کا خادم اور نافع الناس ہے ورنہ وہ کچھ پروا نہیں کرتا کہ لوگ کتوں اور بھیڑوں کی موت مر جائیں۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۲۱۵)

خدمت دین بھی عمر بڑھاتی ہے: ''جو لوگ دین کے لئے سچا جوش رکھتے ہیں اُن کی عمر بڑھائی جاوے گی اور حدیثوں میں جو آیا ہے کہ مسیح موعود کے وقت عمریں بڑھا دی جاویں گی۔ اس کے معنی یہی مجھے سمجھائے گئے ہیں۔ کہ جو لوگ خادم دین ہوں گے ان کی عمریں بڑھائی جاویں گی۔ جو خادم نہیں ہوسکتا وہ بڈھے بیل کی مانند ہیں کہ مالک جب چاہے اسے ذبح کر ڈالے۔ اور جو سچے دل سے خادم ہے وہ خدا کا عزیز ٹھہرتا ہے اور اس کی جان لینے میں خدا تعالیٰ کو تردّد ہوتا ہے۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۸۳)

(بقیہ از صفحہ ۲۰) بارہ میں آخری وصیت بھی نہایت اہم ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک ہر دو اصحاب رسول روایت کرتے ہیں۔

''كَانَ اٰخِرُ كَلَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُغَرْغِرُ بِنَفْسِهِ الصَّلٰوةُ وَمَامَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ۔

(جامع الصغیر جلد ۲)

یعنی آخری الفاظ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنے گئے اس حال میں کہ آپ پر آخری وقت کا غرغرہ طاری تھا آپ فرما رہے تھے کہ نماز اور غلاموں (کے بارہ میں میری تعلیم کو نہ بھولنا)''

یہ اس مبارک اور مقدس وجود کی محبت و شفقت کی داستان ہے جس کی نظیر تاریخ عالم میں کہیں نظر نہیں آتی۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

قیادت تعلیم کے امتحان سہ ماہی اول ۲۰۰۲ء کا نتیجہ

امتحان سہ ماہی اول ۲۰۰۲ء میں ۴۷ اضلاع کی ۳۵۵ مجالس کے ۵۲۹۴ - انصار نے شرکت کی۔

اول: مکرم عبدالمنان محمود صاحب شاہ کوٹی نارتھ کراچی

دوم: مکرم منصور احمد لکھنوی صاحب گلشن اقبال شرقی کراچی

سوم: مکرم حمید الدین احمد صاحب ماڈل کالونی کراچی

خصوصی گریڈ اے حاصل کرنے والے انصار درج ذیل ہیں۔

ربوہ: مکرم رانا عبدالغفور خان صاحب باب الابواب۔ مکرم مبارک احمد خاں صاحب، مکرم بشیر احمد صاحب دارالنصر شرقی۔ مکرم محمد عبداللہ صاحب قریشی ہاشمی دارالصدر شرقی۔ مکرم محمد اسلم صابر صاحب دارالفضل غربی۔ مکرم مرزا غلام رسول صاحب، مکرم شیخ قمر منیر صاحب دارالبرکات۔ مکرم رشید احمد ارشد صاحب نصیر آباد۔ مکرم عبدالرشید صاحب منگلا، مکرم عبدالسمیع خاں صاحب دارالرحمت شرقی الف۔ مکرم بشارت احمد صاحب چیمہ دارالصدر شرقی الف۔ مکرم حکیم محمد نسیم صاحب دارالنصر غربی۔ مکرم چوہدری نعمت اللہ صاحب، مکرم منور احمد صاحب دارالصدر شمالی۔ مکرم بشیر احمد صاحب شاہد دارلصدر غربی۔ مکرم ماسٹر بشارت احمد صاحب دارالعلوم وسطی۔

کراچی: مکرم قریشی فصیح الدین احمد صاحب نارتھ کراچی۔ مکرم یعقوب احمد بٹ صاحب، مکرم محمد سرور صاحب ڈرگ کالونی۔ مکرم کرامت حسین مختار صاحب اورنگی ٹاؤن۔ مکرم محمد ابراہیم شاد صاحب سٹیل ٹاؤن۔ مکرم شعیب احمد ہاشمی صاحب گلشن اقبال غربی۔ مکرم چوہدری اعجاز احمد صاحب ڈرگ روڈ، مکرم نعیم احمد خان صاحب کلفٹن۔ مکرم ملک طاہر احمد خان صاحب محمود آباد۔

لاہور: مکرم میاں منظور احمد صاحب، مکرم محمد سعید اشرف صاحب مغلپورہ شمالی۔ مکرم پروفیسر شیخ عبدالماجد صاحب، مکرم شیخ مامون احمد صاحب، مکرم شمس الدین سیال صاحب بیت الاحد۔ مکرم میجر (ر) محمد افضل خان صاحب ماڈل ٹاؤن۔ مکرم ونگ کمانڈر زکریا داؤد صاحب، مکرم لیفٹیننٹ کرنل (ر) نعیم احمد صدیقی صاحب ڈیفنس۔ مکرم محمد ظفر اقبال صاحب ہاشمی وحدت کالونی۔ مکرم محمد سلیم اختر صاحب سلطان پورہ۔

راولپنڈی: مکرم رفیق احمد قریشی صاحب، مکرم داؤد احمد کیانی صاحب سول لائنز- مکرم محبوب احمد خان صاحب دہلوی، مکرم شیخ شان محمد صاحب مسلم ٹاؤن- مکرم رفیق احمد خاں صاحب سیٹلائٹ ٹاؤن- **اسلام آباد:** مکرم رفیق احمد سعید صاحب، مکرم ایم اے لطیف شاہد صاحب، مکرم محمد منظور احمد خان صاحب ایاز، مکرم عبدالمنان فیاض صاحب- مکرم عبدالباری صاحب سیکٹر I-8/3- **فیصل آباد:** مکرم سید محمد یحییٰ صاحب، مکرم محمد نصراللہ قریشی صاحب، مکرم محمد اصغر عتیق صاحب، مکرم چوہدری احمد دین صاحب، مکرم محمد اسلم شاکر صاحب- **کوئٹہ:** مکرم چوہدری محمد ابراہیم خان صاحب، مکرم تنویر احمد صاحب، مکرم سید طارق احمد صاحب- **سرگودھا:** مکرم ڈاکٹر رشید احمد آفتاب صاحب، مکرم ملک عبدالسلام صاحب- **سیالکوٹ:** مکرم فخر الحق صاحب، مکرم جلال الدین شاد صاحب- **پشاور:** مکرم ڈاکٹر سید مسعود احمد شاہ صاحب، مکرم طارق محمود صاحب- **حافظ آباد:** مکرم ڈاکٹر چوہدری ناصر احمد جاوید صاحب، مکرم نذر محمد میاں صاحب-

ساہیوال: مکرم سید اعجاز المبارک منیر صاحب چک نمبر ۱۱/ ۶ ایل ساہیوال (قیادت تعلیم-مجلس انصاراللہ پاکستان)

داخلہ معلمین کلاس وقفِ جدید

وقفِ جدید انجمن احمدیہ کے تحت نئی معلمین کلاس ماہ اکتوبر ۲۰۰۲ء میں شروع ہوگی- خدمت دین کا شوق اور جذبہ رکھنے والے ہونہار نوجوان اپنی زندگیاں وقف کر کے معلمین کلاس میں داخلہ کے لئے اپنی درخواستیں امیر ضلع / صدر جماعت کی تصدیق کے ساتھ درج ذیل پروگرام کے مطابق دفتر وقفِ جدید میں ارسال فرماویں- درخواستیں موصول ہونے کی آخری تاریخ ۲۵- اگست ۲۰۰۲ء مقرر کی گئی ہے اور انٹرویو مورخہ ۸ تا ۱۰ ستمبر ہوگا-

شرائط: معلمین کلاس میں داخلہ کے لئے بنیادی شرائط حسب ذیل ہیں:-

(۱) قرآن کریم ناظرہ صحت تلفظ کے ساتھ پڑھنا آتا ہو- (۲) بنیادی دینی معلومات سے واقفیت ہو-
(۳) ذہین اور خدمت دین کا جذبہ رکھنے والے ہوں- (۴) بیعت کئے ہوئے کم از کم دو سال کا عرصہ ہو چکا ہو-
(۵) تعلیم کم از کم میٹرک C گریڈ ہونی لازمی ہے- (۶) عمر بیس سال سے زائد نہ ہو-

ضروری تیاری: معلمین کلاس میں داخلہ کے خواہشمند نوجوان قرآن کریم ناظرہ صحت تلفظ اور باترجمہ سیکھتے رہیں- نیز بنیادی دینی کتب جماعتی اخبارات و رسائل کا مطالعہ جاری رکھیں- اس طرح آنحضرتؐ و حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت پر مبنی کتب کا مطالعہ کرتے رہیں- حضرت مسیح موعودؑ کی کتب بالخصوص کشتی نوح، رسالہ الوصیت، لیکچر سیالکوٹ، لیکچر لاہور و دیگر جماعتی کتب میں سے تبلیغ ہدایت اور دینی معلومات وغیرہ کا مطالعہ کرتے رہیں-

(ناظم ارشاد وقف جدید)

ریفریشر کورس مجلس انصاراللہ ضلع لاہور

مجلس انصاراللہ ضلع لاہور کے زیرانتظام مورخہ ۵ مئی ۲۰۰۲ء دارالذکر لاہور میں عہدیداران کے لئے ایک ریفریشر کورس کا اہتمام کیا گیا۔ ضلع لاہور کے ۱۲۱ عہدیداران نے شمولیت کی۔ دیہاتی مجالس کے زعماء بھی شریک ہوئے۔

تلاوت قرآن کریم۔ عہد اور دعا کے بعد مکرم طاہر احمد ملک صاحب ناظم انصاراللہ ضلع لاہور نے ایک جائزہ کی روشنی میں مجالس کے عہدیداران سے اعداد وشمار دریافت کئے اور رپورٹ کی تیاری کے لئے راہنمائی کی نیز رپورٹ فارم کے جملہ امور کا اپنی رپورٹ میں ذکر کرنے کی طرف توجہ دلائی۔

شعبہ اصلاح وارشاد کے وفود اور ان کی رپورٹ بھجوانے نیز حصول پھل کیلئے دعا پر کار بند ہونے کی طرف توجہ دلائی۔ میڈیکل کیمپس، غرباء کی مدد، ہسپتال میں عیادت مریضاں، تحریک جدید اور وقف جدید کے وعدہ جات میں اضافے کی طرف توجہ دلائی نیز چندہ کی وصولی اور مرکز بھجوانے کے لئے توجہ دلائی۔ مرکزی امتحانات کیلئے ۵۰ فیصد کا ٹارگٹ بتایا گیا۔ اس کے بالمقابل مثالی زعامت ہائے علیاء جن سے ۹۰ فیصد سے زیادہ پرچے حل شدہ ملے ہیں ان کا ذکر کیا۔

شعبہ تربیت میں نمازوں اور قرآن کریم کی طرف خصوصی توجہ دلائی گئی۔ حضور انور کے خطبات سننے اور مہمانوں کو MTA پر لانے اور DIGITAL ریسیور لگوانے کیلئے دوستوں کو توجہ دلائی گئی۔ شعبہ اشاعت میں ماہنامہ انصاراللہ کی خریداری کے لئے انصار کی تعداد کے مطابق خریدار بنانے اور احباب سے مضامین لکھوانے کی طرف بھی توجہ دلائی گئی۔ بقایا چندہ ماہنامہ انصاراللہ اور نصابی کتب مرکز بھجوانے کے لئے تاکید کی گئی۔

تمام عہدیداران کو ہدایات کا مطالعہ کرنے اور اپنے شعبہ میں اس کے مطابق کام کرنے کیلئے توجہ دلائی گئی۔ نماز ظہر وعصر کی ادائیگی اور کھانے کے بعد ریفریشر کورس اختتام پذیر ہوا۔

(رپورٹ: کریم احمد خان نائب ناظم عمومی)

نصاب سہ ماہی سوم (جولائی تا ستمبر ۲۰۰۲ء) قیادت تعلیم

۱۔ ترجمہ قرآن کریم پارہ نمبر ۲۵ نصف آخر ۲۔ کتاب ''کشتی نوح'' از حضرت مسیح موعود

۳۔ کتاب ''جماعت احمدیہ کے فرائض اور ذمہ داریاں'' از حضرت مصلح موعود......

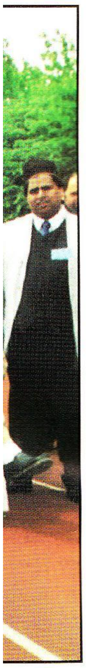
مجلس انصاراللہ جرمنی کے زیراہتمام پہلا یورپین اور جرمنی کا بائیسواں سالانہ اجتماع

منعقدہ ۱۸، ۱۹ مئی ۲۰۰۲ء

خدا تعالیٰ کے فضل سے مجلس انصاراللہ جرمنی کے زیراہتمام پہلا یورپین اور جرمنی کا بائیسواں سالانہ اجتماع مورخہ ۱۸-۱۹ مئی کو منعقد ہوا۔ یہ دوروزہ سالانہ اجتماع اپنی اعلیٰ دینی روایات کے ساتھ بادھمبرگ میں منعقد ہوا۔ مکرم داؤد احمد صاحب کاہلوں صدر مجلس انصاراللہ جرمنی نے اپنی نیشنل مجلس عاملہ کے مشورہ سے انتظامیہ کمیٹی بنائی۔ چنانچہ گیارہ رکنی کمیٹی نے مختلف میٹنگز میں پروگرام کو آخری شکل دی اور دس نائبین منتظم اعلیٰ کے سپرد مختلف شعبہ جات کئے گئے۔ بادھمبرگ میں ہال کا انتظام ہونے پر اس کی صفائی اور تزئین کے لئے ہنگامی وقار عمل کیا گیا جس میں مجلس خدام الاحمدیہ نے بھی بھرپور تعاون کیا اور اجتماع گاہ کو ہر لحاظ سے پوری طرح تیار کر دیا۔

افتتاحی اجلاس: اجتماع کا افتتاح پرچم کشائی سے ہوا لوائے انصاراللہ مکرم داؤد احمد صاحب کاہلوں صدر مجلس انصاراللہ جرمنی۔ جبکہ لوائے جرمنی مکرم حیدر علی صاحب ظفر مشنری انچارج و نائب امیر جرمنی نے اور یورپین یونین کا جھنڈا مکرم شیخ عطاء ربی صاحب صدر مجلس انصاراللہ بلجیم نے لہرایا۔ اس موقع پر احباب نے بڑے جوش وخروش سے نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے۔ اور مکرم حیدر علی صاحب ظفر نے اجتماعی دعا کروائی۔ افتتاحی پروگرام کی کارروائی کا آغاز سوا دس بجے تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ عہد اور نظم کے بعد مکرم صدر صاحب مجلس انصاراللہ جرمنی نے افتتاحی خطاب فرمایا۔ جس کے بعد مکرم انچارج مربی صاحب نے دعا کروائی۔

علمی و ورزشی مقابلہ جات و تلقین عمل: علمی مقابلہ جات تلاوت قرآن کریم، نظم، تقاریر تقریباً ۲ گھنٹے تک جاری رہے۔ نماز ظہر وعصر کی ادائیگی کے بعد تلقین عمل کا پروگرام زیرصدارت مکرم حیدر علی ظفر صاحب مربی سلسلہ احمدیہ ہوا۔ جس میں مختلف یورپین ممالک سے آئے ہوئے صدر صاحبان انصاراللہ نے خطاب فرمایا۔ قریبی گراؤنڈز میں ورزشی مقابلہ جات فٹ بال، والی بال، رسہ کشی، کلائی گرانا، کلائی پکڑنا، گولہ پھینکنا اور دوڑ شام گئے تک جاری رہے۔ ان مقابلہ جات کے بعد ہال کے اندر برطانیہ اور جرمنی کے درمیان ایک نمائشی میچ کھیلا گیا۔ جس میں جرمنی کی ٹیم کو برتری حاصل رہی۔





نمازمغرب وعشاء کی ادائیگی کے بعد تمام انصار کا پرچہ عام دینی معلومات ہوا اور پہلے روز کی کارروائی کا اختتام ہوا۔

مورخہ ۱۹ مئی کو نماز تہجد و فجر انصار نے اپنی اپنی رہائش گاہوں پر ہی ادا کی۔ آج کی کارروائی میں ورزشی مقابلہ جات کے فائنل ہوئے جو ساڑھے چار گھنٹے تک جاری رہے۔ نماز ظہر وعصر کی ادائیگی کے بعد اجتماع گاہ میں نومبائعین کے علمی مقابلہ جات شروع ہوئے۔ جن میں نومبائعین کی اکثریت نے جوش وخروش سے حصہ لیا۔ اس کے علاوہ ایک دلچسپ مقابلہ بیت بازی کا ہوا۔ جس سے تمام حاضرین بہت محظوظ ہوئے۔

اختتامی اجلاس: اختتامی اجلاس کی کارروائی کا آغاز مکرم ومحترم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب امیر جماعت احمدیہ جرمنی کی صدارت میں ہوا جو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے نمائندہ تھے۔ تلاوت قرآن کریم عہد اور نظم کے بعد سالانہ اجتماع کی رپورٹ پیش کی گئی۔ مکرم صدر صاحب انصاراللہ جرمنی نے سارے سال کی کارکردگی پر مشتمل مختصر مگر جامع رپورٹ پیش کی۔ نیز آپ نے احباب کو تبلیغ، تربیت اور ادائیگی چندہ جات کی طرف نہایت لطف پیرایہ میں توجہ دلائی۔ جس کے بعد تقسیم انعامات کی تقریب عمل میں آئی۔ اس سال حسن کارکردگی کے لحاظ سے مجلس ویزبادن (WIES BADEN) علم انعامی کی مستحق قرار پائی جسے علمِ انعامی دیا گیا۔

آخر میں مکرم امیر صاحب جماعت احمدیہ جرمنی (نمائندہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ) نے اختتامی خطاب فرمایا جس میں آپ نے سچائی اور بچوں کی تربیت پر زور دیا اور فرمایا کہ اپنے گھروں میں اس کو رواج دیں۔ شام سات بجے دعا کے ساتھ اجتماع بخیر وخوبی اپنے اختتام کو پہنچا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ اس اجتماع کے متعلق مقامی پریس ٹی وی اور ریڈیو کے نمائندگان کو دعوت دی گئی تھی۔ جرمنی کے ایک اہم ٹی۔ وی۔ اسٹیشن HR3 کی تین رکنی ٹیم نے ہمارے تمام اجتماع کو کوریج (COVERAGE) دی اور ۱۹ مئی کی شام کو ساڑھے سات بجے یہ پروگرام نشر کیا جبکہ صدر صاحب مجلس انصاراللہ جرمنی کا انٹرویو دو مرتبہ نشر کیا گیا۔

امسال اس اجتماع میں گیارہ ممالک کے ۱۸۵ انصار شامل ہوئے۔ اجتماع میں شامل احباب کی کل تعداد ۲۲۳۲ تھی۔ اجتماع کی کارروائی کا رواں ترجمہ تین زبانوں ترکی، جرمنی اور عربی میں ہوتا رہا۔ قارئین کرام کی خدمت میں درخواست دعا ہے کہ خدا تعالیٰ اس اجتماع کو بابرکت فرمائے اور اس کے نیک مقاصد کو پورا فرمائے۔ آمین

(رپورٹ از: مکرم عبیداللہ باجوہ منتظم اعلیٰ اجتماع انصاراللہ ۲۰۰۲ء)

مجلس انصاراللہ جرمنی کا بائیسواں سالانہ اور یورپ کا پہلا اجتماع



محترم عبداللہ واگس ہاؤزر امیر جماعت احمدیہ جرمنی اور محترم مولانا حیدر علی ظفر صاحب مربی سلسلہ احمدیہ مجلس انصاراللہ کے عہدیداران کے ساتھ



اجتماع انصاراللہ کا ایک منظر

Monthly **ANSARULLAH** August 2002

Ph: 04524-212982

EDITOR: NASRULLAH KHAN NASIR Regd. # : CPL - 92

فیضانِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

(انتخاب از کلام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ''المصلح الموعود'' ......)

ظَهَرَتْ هِدَايَةُ رَبِّنَا بِقُدُوْمِهٖ   زَالَتْ ظَلَامُ الدَّهْرِ عِنْدَ قُدُوْمِهَا

ہمارے رب کی ہدایت آپؐ کے آنے سے ظاہر ہوئی، ہدایت کے آنے سے زمانہ بھر کا اندھیرا دور ہو گیا

جَآءَ بِتِرْيَاقٍ مُزِيْلٍ سِقَامَنَا   غَابَتْ غَوَايَتُنَا بِكُلِّ سُمُوْمِهَا

آپؐ ایسا تریاق لائے جو ہماری بیماریاں دُور کرنے والا تھا- ہماری گمراہی اپنے تمام زہروں سمیت چھپ گئی

نَزَلَتْ مَلٰٓئِكَةُ السَّمَآءِ لِنَصْرِهٖ   قَدْ فَاقَتِ الْاَرْضُ سَمَىً بِظُلُوْمِهَا

آپؐ کی مدد کے لئے آسمان سے فرشتے اُترے- اپنی چمک دَمک سے زمین آسمان پر فوقیت لے گئی-

رُفِعَتْ بُيُوْتُ الْمُؤْمِنِيْنَ رَفَاعَةً   خُسِفَ الْبِلَادُ بِفُرْسِهَا وَ بِرُوْمِهَا

مرتبہ وشان میں مومنوں کے گھر بلند ہو گئے- فارس اور رُوم کے شہروں کے شہر ذلیل ہو گئے

دَخَلَتْ صُفُوْفَ عِدًى بِغَيْرِ رَوِيَّةٍ   فَازَتْ جَمَاعَةُ صَحْبِهٖ بِقُحُوْمِهَا

دشمن کی صفوں میں بے دھڑک جا گھسے، آپؐ کے صحابہؓ کی جماعت باوجود کمزور ہونے کے کامیاب ہو گئی-

مُنِحَ الْعُلُوْمَ صَغِيْرَهَا وَ كَبِيْرَهَا   صَبَّتْ سَمَآءُ الْعِلْمِ مَآءَ غُيُوْمِهَا

چھوٹے بڑے سب ہی کو علوم بخشے- علم کے آسمان نے علم کے بادلوں کا پانی بہا دیا-

فَاضَتْ ضَفُوْفُ الْكَوْثَرِ شَوْقًا لَهٗ   وَعَدَتْ اِلَيْهِ الْجَنَّةُ بِكُرُوْمِهَا

ان کے اشتیاق کی وجہ سے کوثر کے پانی بہہ پڑے- آپؐ کی طرف اپنے انگوروں کو لے کر جنت دوڑی آئی

(کلام محمود صفحہ ۱۸۰ بحوالہ اخبار الفضل جلد ۳۳- ۴ جنوری ۱۹۴۵ء)